الجامع فی احکامِ رمضان

(رمضان کے تمام احکام کا مجموعہ)

تصنیف وتالیف:

خلیفۂ حضور تاج الشریعہ وحضور محدث کبیر و مفتی اعظم کرناٹک
وحضور الماس ملت حضرت علامہ مولانا مفتی

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

سرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفیٰ برانچ ہاسپیٹ وجے نگر: وڈوکمپلی
بلاری و گنگل آندھرا پردیش و شیخ الحدیث حضرت خدیجۃ الکبریٰ
جامعہ للبنات ہان قاضئ شریعت چتر درگہ کرناٹک الہند

من جانب: جماعت رضائے مصطفیٰ برانچ ہاسپٹ

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوان
۳	ا۔کیا قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔؟
۶	۲۔ روزے کی حالت میں انجکشن لیا جاسکتا ہے۔۔؟
۹	۳۔ لاک ڈاؤن میں سنت کفایہ اعتکاف کا حکم
۱۵	۴۔غسل جمعہ کے لئے معتکف کا فنائے مسجد سے باہر جانا
۲۳	۵۔ تراویح میں ختم قران کرنا اور سننا کیسا ہے
۲۷	۶۔عشاء کی نماز جماعت سے نہیں ادا کیا تو کیا وتر بھی الگ پڑھے گا
۲۹	۷۔معتکف مسجد کے صحن میں چل پھر سکتا ہے یا نہیں
۳۱	۸۔لاک ڈاؤن میں تراویح سے متعلق چند سوالات۔
۴۹	۹۔ تراویح کی جماعت میں مقتدی کی تلاوت کا حکم۔
۵۸	۱۰۔ روزے کی حالت میں الٹرا ساؤنڈ کے لئے پی پیے کا حکم۔
۵۹	۱۱۔ فطرہ کو مکتب میں لگانا کیسا ہے۔
۶۱	۱۲۔ روزہ کی حالت میں سرمہ لگانا شرعا کیسا ہے۔
۶۲	۱۳۔ روزہ میں آنکھ، کان، ناک میں دوا ڈالنا شرعا کیسا ہے۔
۶۹	۱۴۔ دوائی کا اثر حلق میں محسوس ہو تو روزہ ٹوٹے گا، یا نہیں۔
۷۱	۱۵۔کیا روزے کی حالت میں آنکھ میں ڈراپ ڈال سکتے ہیں۔
۷۴	۱۶۔ روزے کی حالت میں آنکھ میں دوا ڈالنا کیسا ہے۔

۱۷۔ حالت روزہ میں آب دست لینے کا صحیح طریقہ کیا ہے۔؟	۷۶
۱۸۔ جو روزہ رکھنے سے معذور ہو کیا وہ فدیہ دے سکتا ہے	۷۹
۱۹۔ روزے کی حالت میں خون کا عطیہ دینا	۸۹
۲۰۔ روزے کے کفارہ میں عورت دو ماہ کا لگاتار روزہ کیسے رکھے گی	۹۴
۲۱۔ غیر مسلم کے افطار پارٹی میں جانا کیسا ہے	۹۸
۲۲۔ معتکف کا پردہ کرنا اور پردے میں بیٹھنا ضروری ہے	۱۰۱
۲۳۔ جب اذان دینے والا کوئی نہ ہو تو معتکف اذان دے سکتا ہے	۱۰۵
۲۴۔ قضاء نماز چار رکعت پڑھنا ساری قضاء نمازوں کا کفارہ ہے	۱۰۹
۲۵۔ نماز تراویح میں تین رکعت پر سلام پھیرا تو تراویح کی نماز ہوئی یا نہیں۔	۱۱۲
۲۶۔ عشاء کی نماز جماعت سے نہیں پڑھی تو وتر تنہا پڑھے گا یا جماعت کے ساتھ	۱۱۶
۲۷۔ آیت سجدہ کی تلاوت کی اور سجدہ کیا سجدہ سے اٹھنے کے بعد سورہ فاتحہ پڑھ لیا پھر آیت سجدہ کے بعد والی آیت کی تلاوت کی کیا اس سورت میں نماز ہو گی یا نہیں۔۔؟	۱۲۷
۲۸۔ تہجد کی نماز رمضان میں جماعت کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے	۱۳۱
۲۹۔ پندرہ رمضان کو ایک ہیبت ناک آواز کے واقع ہونے کی حقیقت؟	۱۳۸

ا۔کیا قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔؟

کیا قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے : المستفتی غلام مصطفیٰ رضوی بھروچ ۔

الجــــواب: بعون اللہ الملک الوھاب وھوالہادی الی الصواب: صورت مذکورہ مسئولہ میں چار صورتیں نکلتی ہیں (١) بے ارادہ تھوڑا قے ہوجانا (٢) بے ارادہ بھرمنہ قے کا ہوجانا (٣) جان بوجھ کر قے کرنا مگر قے کا بھرمنہ نہ ہونا (۴) جان بوجھ کر قے کرنا اور قے کا بھرمنہ ہونا۔

مذکورہ بالا دوصورتوں میں صرف قے ہوجانے سے چاہے بھرمنہ ہو یا بھرمنہ نہ ہومطلقا بالاجماع روزہ فاسد نہیں ہوگا یعنی روزہ نہیں ٹوٹے گا اس صورت میں اگر قے حلق کی جانب لوٹ بھی جائے اور حلق کے نیچے اتر بھی جائے تو بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر بھرمنہ قے نہیں تھا اور حلق کی جانب کے نیچے اتارلیا تو بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا البتہ اگر قے بھرمنہ ہو اور حلق کی جانب لوٹالیا اور چنے کے ایک دانے کے برابر بھی حلق کے نیچے اتر گیا تو اس صورت میں روزہ فاسد ہوجائے گا یعنی ٹوٹ جائے گا۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ جان بوجھ کر قے کیا اس صورت میں اگر روزہ دار ہونا یاد ہے تو مطلقا بالاتفاق روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر روزہ دار ہونا یاد نہیں تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور یہ بھی اس صورت میں ہے جب کہ وہ قے کھانا' صفرا (یعنی کڑوا پانی) یا خون کا ہو اگر بلغم کی قے ہو تو مطلقا روزہ نہیں ٹوٹے گا (الفتاوی الہندیہ کتاب الصوم الباب الرابع فیما یفسد و مالا یفسد ج١/٢٠۴) حلق کی جانب لوٹے یا نہ لوٹے یا لوٹائے یا نہ لوٹائے اس سے کوئی مطلب نہیں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ قصدا قے کرے مگر قے بھرمنہ سے کم ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اگرچہ حلق کی جانب لوٹے اور حلق سے نیچے اتر جائے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا البتہ حلق کی جانب لوٹائے اور حلق

سے نیچے اتر جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا ۔

احادیث میں ہے : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :ان الصائم من ذرعه القيي فليس عليه قضاء ومن استقاء عمدا فليقض وبه يقول سفيان الثوری والشافعی و احمدواسحاق(ترمذی، السنن، ابواب الصوم، باب ما جاء فيمن استقاء عمداً / ۷۲۰)۔

جس شخص کو(حالت روزہ میں)ازخود قے آجائے تو اس پر قضاءنہیں اور(اگر)جان بوجھ کر قے کی تو وہ (اس روزہ کی)قضاءکرے اور یہی ابوسفیان ثوری'شافعی'احمد اور اسحاق کا قول ہے۔

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں : جو شخص روزے کی حالت میں جان بوجھ کر قے (یعنی الٹی) کرے تو اس پر (اس روزے کی) قضا لازم ہے اور جسے بے اختیار قے آجائے تو اس پر کوئی قضا نہیں ہے(مؤ طا امام مالک ج۱/۳۰۴ ح ۶۷۵ وسندہ صحیح)۔ایک اور روایت میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ "من ذرعه القئی فلا قضاء عليه ومن استقاء فعليه القضاء (السنن الكبری للبيهقی ج ٤/ ٢١٩ و سنده حسن)۔جو شخص روزے کی حالت میں جان بوجھ کر قے (یعنی الٹی) کرے تو اس پر(اس روزے کی) قضا لازم ہے اور جسے بے اختیار قے آجائے تو اس پر کوئی قضا نہیں ہے۔

ابن المنذر نے اس مسئلہ پر تمام علماء کا اجماع نقل فرمایا ہے اور حسن بصری کا اس کے خلاف قول ہے (کتاب الاجماع ۱۵/ فقرہ ۱۲۵)لیکن ابن ابی شیبہ کا بیان ہے کہ حسن بصری کا قول اجماع کے خلاف صحیح سند سے ثابت نہیں ہے بلکہ صحیح سند کے ساتھ اجماع کے مطابق ہی حسن بصری کا قول ثابت و متحقق ہے جیسا کہ امام حسن بصری نے فرمایا ہے کہ جب روزہ دار کو بے اختیار قے آجائے تو روزہ نہ توڑے اور اگر جان بوجھ کر قے کرے تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا(مصنف ابن اُبی شیبہ ج۳/ ۳۸ ح ۹۱۹۰ وسندہ صحیح)

-**ہدایہ میں ہے**: فان ذرعه القئی لم یفطر لقوله صلی الله علیه وسلم من قاء فلاقضاء علیه ومن استقاء عامدافعلیه القضاء(ہدایه ج ۱۹۸/۱ کتاب الصوم)۔
اگرکسی کو بلاقصد قے ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالیشان کے باعث کہ جس شخص کو بلاارادہ قے ہوا اس پر قضا نہیں ہے اور جس شخص نے جان بوجھ کر قے کیا اس پر قضا ہے۔

درمختار میں ہے: وان استقاء ای طلب القئی عامدا ای متذکرا لصومه ان کان ملئی الفم فسد بالاجماع مطلقا (درمختار علی الشامية ج ۱۵۲/۲ کتاب الصوم) ۔اگر جان بوجھ کر بھر منہ قے کرے اور روزہ رکھنا یاد ہو تو بالاجماع مطلقا روزہ فاسد ہوگا یعنی روزہ ٹوٹ جائے گا

کذافی الدرالمختار: وإن ذرعه القئی وخرج ولم یعد لا یفطر مطلقاً ملأ أو لا، فإن عاد بلا صنعه ولو ہو ملأ الفم مع تذکره للصوم لا یفسد، خلافاً للثانی، وإن أعاده أفطر إجماعًا إن ملأ الفم وإلا لا، ہوالمختار۔ وإن استقاء ای طلب القیی عامداً ای متذکرًا لصومه إن کان مِلئی الفم فسد بالإجماع مطلقًا، وإن اقل لا، عند الثانی وہو الصحیح۔ لکن ظاہر الروایة کقول محمد إنه یفسد کما فی الفتح عن الکافی "(کتاب الصوم / باب ما یفسد الصوم وما لایفسده ج ۳ /۳۹۳/۳۹۲ زکریا مراقی الفلاح باب فی بیان مالا یفسد الصوم /۳۶۲ /ہدایه ج ۱۹۸/۱ /البحر الرائق ج ۲۷٤/۲) ۔اور اگر بے اختیار قے ہوا اور باہر آیا اور نہیں لوٹایا تو وہ مطلقا روزہ نہیں توڑے گا بھر منہ ہو یا نہ ہو اور اگر بغیر ارادہ لوٹے اور بھر منہ قے ہو اور روزہ رکھنا بھی یاد ہو تو بھی روزہ فاسد نہیں ہوگا (یہ قول امام محمد کا ہے) خلافاللثانی (یعنی روزہ فاسد ہوگا اور یہ امام یوسف کا قول ہے) اگر قے کو لوٹایا جب کہ وہ بھر منہ ہو تو بالاجماع روزہ فاسد ہوگا ورنہ نہیں (یعنی بھر منہ قے نہ ہو تو

لوٹانے پر بھی روزہ فاسد نہیں ہوگا) اور یہی مختار ہے اور اگر جان بوجھ کر قے کی اور روزے سے ہونا یاد ہے اگر بھر منہ ہو تو بالاجماع مطلقا روزہ فاسد ہوگا اور اگر (بھر منہ سے) کم ہو تو نہیں ثانی کے نزدیک (یعنی روزہ فاسد نہیں ہوگا اور یہ امام یوسف کا قول ہے) اور یہی صحیح ہے لیکن امام محمد سے ظواہر الروایہ یہ مروی ہے کہ روزہ ٹوٹ جائے گا جیسا کہ کافی سے فتح میں منقول ہے۔

فتح القدیر میں ہے : وان استقاء عمدا وخرج ان كان ملأ الفم فسد صومه بالاجماع و ان كان اقل من ملأ فهمه افطر عند محمد ولا يفطر عند ابى يوسف وهو المختار عند بعضهم لكن ظواہر الرواية كقول محمد وذكره الكافى (فتح القدیر ج ۲/ ۳٦۰ دار الفکر بیروت)۔

اور اگر قصداً قے کی اور وہ باہر آیا اگر منہ بھر ہو تو اس کا روزہ بالاجماع فاسد ہوگا اور اگر منہ بھر سے کم ہو تو روزہ امام محمد کے نزدیک ٹوٹ جائے گا اور امام ابو یوسف کے نزدیک نہیں ٹوٹے گا اور بعض فقہاء کے نزدیک یہی قول مختار ہے لیکن ظواہر الروایہ امام محمد کا قول ہے جس کا ذکر کافی نے کیا ہے۔ منہ بھر قے کے معنی یہ ہے کہ اسے بلا تکلف نہ روکا جا سکے (عالمگیری ج ۱/ ۲۰۳) والله تعالىٰ اعلم و رسوله الاكرم صلى الله عليه و سلم ۔

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

(خلیفئه حضور تاج الشریعه و محدث کبیر و خادم فخر ازهر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی هاسپیٹ وجے نگر –وڈو– کمپلی بلاری و گنتکل آندهرا پردیش و مدرس و شیخ الحدیث مدرسه حضرت خدیجة الکبریٰ جامعة البنات ولاء روڈ سنتے پیٹ و ناظم نشرو اشاعت آل کرناٹکا سنی علماء بورڈ کرناٹك الهند)

۲۔ روزے کی حالت میں انجکشن لیا جا سکتا ہے۔۔؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ کیا روزے کی حالت میں انجکشن لیا جا سکتا ہے اس سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں: المستفتیہ: آمنہ خاتون گوہاٹی آسام۔

الجــــواب : بعون الله الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب: صورت مذکورہ مسئولہ میں یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں انجکشن لگوا سکتی ہیں اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے چاہے انجکشن رگ میں لگائی جائے یا گوشت میں لگائی جائے اور عموما انجکشن گوشت یا رگ میں ہی دی جاتی ہے اور گوشت ورگ میں دی جانے والی سوئی کی دوائی براہ راست پیٹ ودماغ تک نہیں پہنچتی ہے اور جب تک باہر سے کوئی چیز پیٹ ودماغ تک کسی منفذ یعنی اس راستے سے نہ جائے جو قدرتی طور پر بنے ہوئے ہیں یا براہ راست پیٹ ودماغ تک نہ پہنچایا جائے یا جوف ودماغ تک بنے یا بنائے گئے راستے سے نہ پہنچ جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا لہٰذا رگ یا گوشت میں جو اس وقت تک سوئی لگانے کا رواج ہے یہ انجکشن روزہ ٹوٹنے کا سبب نہیں۔ اس لئے کہ اس سوئی کی دوائی کے اثرات مسامات ورگ کے ذریعے پہونچتا ہے اور مسامات ورگ کے ذریعے کسی چیز کے اثرات کا جوف ودماغ میں داخل ہونا روزہ نہیں توڑتا ہے جیسا کہ جسم پر تیل لگانے سے یا نہانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا جب کہ تیل و پانی کے اثرات مسامات کے ذریعے جوف ودماغ کے اندر جاتا ہے اس کے باوجود وہ مفسدات روزہ نہیں اسی طرح گوشت ورگ کے ذریعے بھی اثرات کا پہنچ ہوتا ہے تو اس سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوگا کیوں کہ غیر منفذ طریقے سے اندر جانے والی چیز منافی صوم نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے اجتناب کا نام روزہ ہے ۔

اس بارے میں یہ ضابطہ کلیہ ہے یہی وجہ ہے کہ صاحب فتاوی فیض الرسول نے فرمایا ہے کہ انجکشن سے

روزہ نہیں ٹوٹتا جیسا کہ فتاویٰ فیض الرسول میں ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا چاہے رگ میں لگایا جائے چاہے گوشت میں۔ (فتاویٰ فیض الرسول، ج۱/۵۱۶) واللہ تعالیٰ اعلم و رسولہ الاکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔

....

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

(خلیفئہ حضور تاج الشریعہ و محدث کبیر و خادم فخر ازہر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی ہاسپیٹ وجے نگر –وڈو– کمپلی بلاری و گنتکل آندھرا پردیش و مدرس و شیخ الحدیث مدرسہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ جامعۃ البنات ولاء روڈ سنتے پیٹ و ناظم نشرو اشاعت آل کرناٹکا سنی علماء بورڈ کرناٹک الہند)

۳۔ لاک ڈاؤن میں سنت کفایہ اعتکاف کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ بعض مقام پر مساجد میں یہ سنا اور دیکھا بھی جارہا ہے کہ رمضان المبارک کے آخری عشرے کا جو سنت کفایہ اعتکاف ہے اس میں بیٹھنے کیلئے دشواریاں سامنے آرہی ہیں یا تو حکومت کی جانب سے یہ پابندی عائد ہے کہ آپ لوگ تین آدمی سے زیادہ مسجد میں نماز نہیں پڑھ سکتے اور تین آدمی بھی آذان سے پانچ منٹ پہلے آئیں گے اور نماز پڑھنے کے بعد فوراً چلے جائیں گے اور مسجد میں نہیں رہ سکتے یا پھر ایسی بھی بات دیکھنے اور سننے کو ملی کہ لوگ بعض جگہوں پر مساجد میں اعتکاف بیٹھنے کیلئے تیار نہیں ہوتے کہ امام صاحب گھروں سے نکلنا دشوار ہے تو ایسی صورت میں لوگ مسجد میں اعتکاف کیسے بیٹھیں گے تو صورت مسئولہ میں کیا حکم عائد ہوگا: المستفتی مولانا حافظ عبد الرازق رضوی چنراے پٹن کرناٹک۔

الجـــواب :اللهم هداية الحق والصواب :صورت مذکورہ مسئولہ میں یہ ہے کہ اگر کوئی ایسی صورت درپیش آجائے کہ اعتکاف میں بیٹھنا کسی صورت بھی ممکن نہ ہو تو لوگ معذور قرار پائیں گے اور نہ بیٹھ سکنا ایک عذر شرعی مانا جائیگا تو اس وقت اعتکاف جو سنۃ کفایہ ہے جبر واکراہ کی بنیاد پر اس کا حکم ساقط ہو گا اور مجبوری کے باعث کوئی نہ بیٹھ سکے تو کوئی گناہ نہ ہوگا جیسا کہ عذر کے وقت جماعت جو واجب ہے اس کے ترک پر گناہ لازم نہیں آتا۔

درمختار میں ہے :والـجـمـاعةسنة مئوكدة للرجال وأ قلها اثنان وقيل: واجبة وعليه الـعـامةأى: عـامة مشـايـخـنـا وبه جزم فى ا لتحفة وغيرها، قال فى البحر: وهو الـراجـح عـنـد أهـل الـمذهب، فتسن أو تجب ثمرته تظهر فى الإثم بتركهاعلى

الرجال العقلاء البالغين الأحرار القادرين على الصلاة بالجماعة من غير حرج(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة،باب الإمامة ج ٢ /٢٨٧/ ٢٩١، ط: مكتبة زكريا ديوبند)

جماعت مردوں کیلئے سنۃ مؤکدہ ہے اوراس کیلئے کم سے کم دو آدمی کا ہونا ضروری ہے اور بعضوں نے کہا کہ جماعت واجب ہے اور وہ عام لوگ ہیں یعنی ہمارے مشائخ کے اکثر لوگوں کا یہی نظریہ ہے اور تحفہ اور اس کے علاوہ (کتب فقہ) میں اسی پر جزم کیا گیا ہے صاحب درمختار نے کہا کہ بحر میں ہے کہ اہل مذھب کے نزدیک یہی (قول) راجح ہے مسنون (آکد) ہے یا واجب اس کا نتیجہ مرد عاقل، بالغ، آزاد اور صلاۃ بالجماعت پر قادر، بغیر کسی حرج کے جماعت چھوڑ دے تو گنہگار ہوگا اس سے ظاہر ہوتا ہے۔

ردالمحتار میں ہے: قوله:من غير حرج'' قيد لكونها سنة مئوكدة أو واجبة فبالحرج يرتفع الإ ثم و يرخص في تركها الخ ونقل عن الحلبي أن الوجوب عند عدم الحرج وفي تتبعها في الأماكن القاصية حر ج لايخفى (ردالمحتار ج ٢/٢٨٧/٢٩١) اس کا قول من غیر حرج مقید ہے سنۃ مئوکدہ ہو یا واجب: حرج (عذر) گناہ کو ختم کر دیتا ہے اور اس کے چھوڑ دینے کی رخصت دیتا ہے اور حلبی سے منقول ہے کہ واجب عدم کے وقت ہے اور سختی کے مقامات میں اس کے تتبع سے حرج ہے جس میں کوئی خفا نہیں۔

وایضا: قوله: ''و سن موكداً'':أي: استنانا مئوكداًبمعنى أنه طلب طلباً مئوكداً زيادة على بقية النوافل،ولهذا كانت السنة ا لمئوكدة قريبة من الواجب في لحوق الإ ثم كما في البحر، و يستوجب تاركها التضليل واللوم كما في التحرير، أي: على سبيل الإصرار بلاعذركما في شرحه (المصدر السابق،كتاب ا لصلاة، باب الوتر والنوافل ج ٢/ ٤٥١)

اوراس کا قول سن مؤ کدا یعنی استانا مؤ کدا ہے اس معنی کر کہ بقیہ نوافل پر اس کی طلب میں زیادہ تاکید ہے اس لئے سنۃ مؤ کدہ گناہ کے لاحق ہونے میں واجب کے قریب ہے جیسا کہ بحر میں ہے اوراس کا تارک مستوجب تضلیل ولوم ہے جیسا کہ تحریر میں ہے یعنی اس کا ترک بلا عذر علی سبیل الاصرار ہو جیسا کہ اس کی شرح میں ہے۔

تلویح میں ہے: ترك السنة المئوكدة قريب من الحرام يستحق حرمان الشفاعة و مقتضاه أن ترك السنة المئوكدة مكروه تحر يماًلجعله قريباًمن الحرام، والمراد بها سنن الهدى كالجماعة والأذان والإ قامة؛ فإن تاركها مضلل ملوم كما فى التحرير،والمرادالترك على وجه الإصرار بلاعذر(ا لمصدر السابق، أول كتاب الحظر والإ باحة ج ٩ /٤٨٧)سنۃ مئوکدہ کا ترک حرام کے قریب ہے(اس کا تارک)شفاعت سے محرومی کا مستحق ہے اوراس کا مقتضا یہ ہے کہ سنۃ مؤ کدہ کا ترک مکروہ تحریمی ہے اس لئے اس کو حرام کے قریب بنایا اوراس سے مراد سنن ہدی ہے جیسے جماعت،اذان اور اقامت ہے اس کا تارک مضل وملوم ہے اور مراد ترک سے بلا عذر علی سبیل الاصرار ہے۔حوالجات مذکورہ بالا سے واضح ہے کہ سنت مؤ کدہ اور واجب کا حکم قریب قریب ایک ہی ہے اور عذر شرعی کے باعث اس کا حکم ساقط ہو جاتا ہے اوراس کو ترک کرنے کی شرعا رخصت مل جاتی ہے اس صورت میں بھی افضل عزیمت پر عمل ہوتا ہے البتہ اس کے ترک سے لائق ملامت ولعن وطعن کا مستحق نہیں ہوگا اور نہ ہی گنہگار ہوگا اور یہی حکم رمضان کے عشر اخیر کے اعتکاف کا بھی ہوگا کیونکہ وہ بھی سنۃ مؤ کدہ کفایہ ہے۔ رمضان المبارک کے عشرۂ اخیر میں جو اعتکاف ہوتا ہے وہ سنت مؤ کدہ علی الکفایہ ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر فرد پر اعتکاف کرنا لازم نہیں بلکہ اہل شہر میں سے کوئی ایک بھی معتکف ہوگیا تو سنت مؤ کدہ علی الکفایہ ادا ہو جائیگی اوراگر کوئی ایک بھی معتکف نہیں ہوا تو سب گنہگار ہونگے۔

ردالمحتار میں ہے: (و سنة مؤكدة فى عشر الاخير من ر مضان) اى سنة كفاية

نظیرها اقامة التراویح بالجماعةفاذاقام بها البعض سقط الطلب عن الباقین فلم یاثموا بالمواظبة علی الترك بلاعذر(رد المحتار ج ۴۳۰/۳) **بلاعذر ترک پر مستحق عتاب** اورترک پراصرار سے گنہگار ہوگا واضح ہوگیا کہ عذر شرعی کی بنیاد پر ترک کیا تو مستحق عتاب ہی نہیں تو گنہگار کہاں سے ہوگا۔

درمختار میں ہے: وبالتعلیق ذکره ابن الکمال (وسنة مؤکدة فی العشر الاخیرمن رمضان) ای سنةکفایةکما فی البرهان وغیره لا قترانها بعدم الا نکارعلی من لم یفعله من الصحابة(مستحب فی غیره من الازمنة) هوبمعنی غیر المؤکدة (الدرالمختارمع ردالمحتارج ۴۴۲/۲)

جامع الرموز: الاعتکاف سنة مئوکدة مطلقاً، وقیل سنة علی الکفایة، حتی لو ترك فی بلدة لسائوا (جامع الرموز ج ۴۳۱/۱ فصل فی الاعتکاف)

طحطاوی میں ہے: وسنةکفایة مئوکدة فی العشرالأخیرمن رمضان (طحطاوی ۷۰۰/ کتاب الصوم، باب الاعتکاف)

مراقی الفلاح میں ہے: الاعتکاف سنة مئوکدة وہوفی العشر الاخیرمن رمضان و اما شروطه، منها الصوم وہو شرط الواجب منه(مراقی الفلاح ج ۲۱۱/۱) کتاب الصوم،الباب السابع فی الاعتکا ف)

درمختار میں ہے: وسنة کفایة مئوکدة فی العشر الاخیر من رمضان(الدر المختارمع رد المحتار ج ۳۸۳/۳کتاب الصوم،باب الاعتکا ف)

مافی ''ردالمحتار'': ومقتضی ذلك ان الصوم شرطاً ایضاً فی الاعتکاف المسنون، لانه مقدر بالعشر الاخیر حتی لواعتکفه بلاصوم لمرض اوسفر ینبغی ان

لایصح عنه بل یکون نفلاً، فلا تحصل به إقامة سنة الکفایة۔اما علی قول غیره فیقضی الیوم الذی افسده لاستقلال کل یوم بنفسه والحاصل: ان الوجه یقتضی لزوم کل یوم شرع فیما عند ہما بناء علی لزوم صومه، بخلاف الباقی لان کل یوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعیة وإن کان المسنون ہو الاعتکاف العشر بتما مه (رد المحتار ج ۳/۳۸٤/۳۸۷ کتاب الصوم، باب الاعتکاف) ان عبارت سے واضح ہے کہ رمضان کے عشرا خیر کا اعتکاف سنۃ مؤکدہ علی الکفایہ ہےاور عذر شرعی کی بنیاد پراس کا ترک جائز ہے جیسا کہ نماز باالجماعت کا ترک جائز ہے جواوپر کے حوالے سے ثابت ہے۔

حلبی کبیر میں ہے: قال فی شرح المنیة: وکذا الاحکام تدل علی الوجوب من ان تارکہا من غیر عذر یعزر، وترد شہادته، ویاثم الجیران بالسکوت عنه، وہذه کلہا احکام الواجب"۔ (حلبی کبیرص/۵۰۹، فصل فی الإمامة)۔

موافقات میں ہے: اذا کان الفعل مندوبا بالجزء کان وا جبابالکل کالاذان فی المساجد الجوا مع وصلاة الجماعة و صلاة العیدین صدقة التطوع والنکاح والوتر و سائر النوافل الرواتب۔ فالترک لہا جملة مئوثر فی اوضاع الدین اذا کان دائما اما اذاکان فی بعض الوقات فلا تاثیر له فلا محظور فی الترک (کتاب الموا فقات ۲/ ۲٦۸ وزارة الاوقاف قطر)

خلاصہ یہ ہے کہ عذر شرعی کے باعث اعتکاف جوسنۃ مؤکدہ علی الکفایہ ہے اس کا ترک بھی گناہ کا باعث نہیں ہوگا لیکن دیکھنا یہ ہے کہ موجودہ وقت میں کرونا وائرس کی وجہ سے جو پابندیاں ہیں وہ اس حد تک ہیں کہ اعتکاف کرنا ممکن نہ ہوتو معلوم ہونا چاہئے کہ ایسانہیں ہے تین چار آدمی کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے ان نمازیوں میں سے کوئی معتکف بن سکتا ہے درحقیقت مسجد میں کثیر تعداد کیساتھ آکر نماز پڑھنے پر پابندی ہے تو یہ اعتکاف کیلئے عذر شرعی نہیں ہوگا: پانچ منٹ پہلے مسجد کھولنے کی اجازت

ہے اس سے قبل کھولنے کی اجازت نہیں تو پھر اعتکاف میں بیٹھنا کیوں کر ممکن ہوگا تو یہ کہنا بھی غلط ہے اس لئے کہ معتکف کا نماز کے بعد اندر سے مسجد بند کر کے اعتکاف میں بیٹھنا ممکن ہے اس لئے یہ بھی عذر شرعی کے حکم میں نہیں آئیگا۔ پولیس والے مسجد میں رکنے نہیں دیتے تو یہ پولیس والوں کی زیادتی ہے اہلیان مسجد کو پولیس اسٹیشن جا کر بات کرنی چاہئے اور اعتکاف و گائڈ لائن سے متعلق بات کرنی چاہئے ایک دو لوگ کے رکنے پر اسے کوئی اعتراض نہ ہوگا بغرض محال اجازت نہ دے اور اجازت لینے کے سارے راستے مسدود ہو جائیں تو اعتکاف میں نہ بیٹھنے پر کوئی گناہ نہیں ہوگا: کوئی شخص ڈر سے بیٹھنے کیلئے تیار نہیں یہ کوئی عذر شرعی نہیں چونکہ تنہا رہنے میں جراثیم کے شکار سے ہی بچ سکتا ہے یہ ماہرین کا کہنا ہے تو پھر خوف کس بات کا اور مسجد تو نزول رحمت کی جا ہے تو یہی جگہ تمام آفات سے بچنے کیلئے بہتر ہے اس لئے یہ بہانہ عبث ہے۔ امام کا گھر سے نکلنا مشکل ہے یہ بات بھی قابل قبول نہیں کیونکہ یہ لاک ڈاؤن ہے کوئی کرفیو نہیں کہ ایک آدمی کا کسی ضرورت کے تحت نکلنا مشکل ہو البتہ کوئی دوسری وجہ ہو تو الگ بات ہے موجودہ صورت عذر شرعی کی نہیں ہے اگر کوئی اعتکاف میں نہ بیٹھا تو پورے لوگ گنہگار ہونگے ہاں جہاں واقعی عذر شرعی ہے تو وہاں کے لوگ گناہ سے بری ہونگے فقط واللہ تعالی اعلم ورسولہ الاکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۔

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

(خلیفئہ حضور تاج الشریعہ و محدث کبیر و خادم فخر ازہر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی ہاسپیٹ وجے نگر –وڈو– کمپلی بلاری و گنتکل آندھرا پردیش و مدرس و شیخ الحدیث مدرسہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ جامعۃ البنات ولاء روڈ سنتے پیٹ و ناظم نشرو اشاعت آل کرناٹکا سنی علماء بورڈ کرناٹك الہند)

۴۔غسل جمعہ کے لئے معتکف کا فنائے مسجد سے باہر جانا

کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ زید معتکف ہے رمضان کے آخری عشرہ میں کیا وہ جمعہ کے لئے اور شب قدر کے لئے غسل کرسکتا ہے جب کہ اس کو غسل کی حاجت نہیں ہے: مدلل جواب ارسال فر ما کر رہنمائی فرمادیں کرم ہوگا: المستفتی: سید ضیاء الدین قادری المعروف سید عارف صاحب منیر آباد امام وخطیب مسجد اہلسنت اسٹیشن روڈ ہاسپیٹ ضلع وجئے نگر کرناٹک الھند۔

الجـــــــواب: اللهم هداية الحق والصواب :صورۃ مذکورہ مسئولہ کو جاننے سے قبل چند بات ملحوظ خاطر رہے(۱) معتکف کو بلاضرورت شرعی وطبعی مسجد سے نکلنا جائز نہیں اگر باہر بلاضرورت شرعی وطبعی ایک ساعت کیلئے بھی نکلا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

(۲) حدود مسجد کی دو قسمیں ہیں ایک مسجد شرعی اور وہ وہ جگہ ہے جو نماز پڑھنے کیلئے متعین ہے جس میں دالان وصحن مسجد بھی شامل ہے اس لئے مسجد شرعی کی دو قسمیں بیان کی جاتی ہیں ایک مسجد شتوی جس کے اوپر چھت ڈھلا ہوتا ہے اور دالان بھی اسی میں شامل ہے جس کو مسجد عین کا اندرونی حصہ کہا جاتا ہے اس کو مسجد سرما سے بھی تعبیر کرتے ہیں جو برف و بارش اور دھوپ سے بچاتا ہے اور اس پر عرفا واصطلاحا داخل مسجد کا اطلاق ہوتا ہے اور دوسرا: مسجد صیفی ہے جس کے اوپر چھت نہیں ہوتا ہے اس کو صحن مسجد کہتے ہیں اور اس کو مسجد گرما سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کھلی ہوا لینے اور سخت گرمی سے بچاؤ کا کام دے اور سردی کے موسم میں دھوپ میں نماز پڑھنے کے کام آئے اس پر خارج مسجد کا اطلاق عرفا و اصطلاحا کرتے ہیں جب کہ دونوں حصہ مسجد شرعی اور مسجد عین کا ہی ہے داخل و خارج کا اطلاق بس ایسا ہی ہے جیسے جسم ظاہر اور جسم باطن اور دوسرے ہیں اس کے ملحقات جو ضروریات مسجد کیلئے ہوتی ہیں اسے فنائے مسجد کہتے ہیں یعنی مسجد کی وہ جگہ جو مسجد شرعی کے ماسوا اس کے اطراف واکناف میں ہوا یک ہی بونڈری کے تحت ضروریات مسجد کیلئے متعین ہو مسجد شرعی اور اور زمین کے اس حصہ کے مابین کوئی عام

راستہ واقع نہ ہو: ایک ہی بونڈری میں مسجد شرعی اور زمین کا وہ حصہ بھی ہو۔

ارشاد باری تعالی ہے:و انتم عاکفون فی المسجد (البقر/۱۸۷) اورتم لوگ مسجد میں اعتکاف سے ہو: جس سے معلوم ہوا کہ مردوں کو اعتکاف کیلئے مسجد میں ٹھہرنا شرط ہے۔ روزہ دار ہونا، تیسرا اہم بستری سے مکمل طور پر پرہیز کرنا اور تقرب الٰہی کی نیت کرنا بھی شرط ہے، جس کا مفہوم یہ ہوا کہ ایام مخصوصہ یعنی رمضان کے اخیر عشرہ میں عبادت الہی کرنے اور اس کے ذریعہ تقرب ربانی پانے کی نیت سے مسجد شرعی میں بحالت روزہ رکنے کی نیت سے جو داخل ہوا جاتا ہے اس کو اعتکاف یعنی اعتکاف سنۃ علی الکفایہ کہتے ہیں۔ فنائے مسجد اور حدود مسجد وہ حصہ ہے جو مسجد شرعی کے حدود سے باہر ہے اور اس سے متصل ایک ہی بانڈری میں ہے دوسرا وہ حصہ ہے جو حدود مسجد سے باہر ہے۔ تو اس کی دو صورتیں ہیں: صورت اول یہ ہے کہ فنائے مسجد تو وہ بعض امور میں مسجد کے حکم میں ہے تو معتکف کا مسجد سے فنائے مسجد کی جانب نکلنا حکما مسجد شرعی کے ہی ایک حصہ میں نکلنے کے مترادف ہوگا اور جب اسی کے ایک گوشہ میں نکلے گا تو بالا تفاق اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا تو بلا شرعی و طبعی حاجت کے فنائے مسجد میں نکلنے سے بھی اعتکاف فاسد نہیں ہوگا کیوں کہ وہ حکما مسجد ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ معتکف حالت اعتکاف میں فنائے مسجد سے باہر نکلے جو نہ ہی حقیقتا مسجد ہے نہ ہی حکما مسجد ہے تو یہاں بلا حاجت شرعی و طبعی نکلنا اعتکاف کو فاسد کردے گا کتب فقہ میں جہاں جہاں خارج مسجد نکلنے کا ذکر ہے وہاں یہی حدود مسجد سے بلا حاجت شرعی و طبعی نکلنا مراد ہے اگر ایک ساعت کیلئے بھی بلا حاجت شرعی و طبعی نکلا تو اعتکاف فاسد کردے گا۔ یہاں سے واضح ہوگیا کہ اگر غسل خانہ فنائے مسجد میں ہو تو غسل جمعہ اور غسل شب قدر کرنا جائز ہے چونکہ فنائے مسجد حکما مسجد ہے تو بلا ضرورت شرعی و طبعی یہاں نکلنا جائز ہے کہ حکما یہ مسجد شرعی کا ایک حصہ ہے احتیاطی تدابیر کو بروئے کار لاتے ہوئے مسجد شرعی میں غسل کرے تو بالاتفاق اعتکاف فاسد نہیں ہوگا تو اسی طرح یہاں بھی نہانے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا: اس کی تفصیل فقہائے اسلام کی روشنی میں مندرجہ ذیل ہیں۔ مسجد میں اللہ تعالٰی کی رضا جوئی کے

لئے بنیت عبادت ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں جیسا کہ **بنایہ شرح ہدایہ میں ہے**:''الاعتکاف ہو اللبث فی المسجد مع النیۃ''۔(البنایۃ شرح الہدایۃ، باب الاعتکاف، ج:۴، ص:۱۲۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت) اعتکاف مسجد میں عبادت کرنے کی نیت کے ساتھ ٹھہرنے کو کہتے ہیں۔**صدر الشریعہ حضرت مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ اعتکاف کی تعریف یوں تحریر فرماتے ہیں**:''مسجد میں اللہ کے لئے (اعتکاف کی) نیت کے ساتھ ٹھہرنا''۔(بہار شریعت، ح:۵، ج:۱،ص:۴۹۰،فرید بک ڈپو، دہلی)۔

بدائع الصنائع میں ہے:''ان مکان الاعتکاف ہو المسجدو یستوی فیه الاعتکاف الواجب والتطوع لان النص مطلق''۔(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج:۲، ص:۱۱۳،دار الکتب العلمیة، بیروت) اعتکاف کی جگہ مسجد ہے،اعتکاف چاہے واجب ہو یا نفل (سنت موکدہ کفایہ بھی اسی میں شامل ہے) کیونکہ نص مطلق ہے۔مسجد میں رہنا یہ اعتکاف کا رکن ہے اگر معتکف بلا عذر شرعی عمداً یا سہواً مسجد سے نکلے گا تو رکن اعتکاف کے فوت ہونے کی وجہ سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا جیسا کہ۔

مبسوط سرخسی میں ہے:''لان رکن الاعتکاف ہوالمقام والخروج ضده فیکون مفسداً له إلابقدر ما تحققت الضرورة فیه''۔(المبسوط للسرخسی،باب الاعتکاف، ج:۳، ص:۱۱۷،دار المعرفة، بیروت)۔اس لئے کہ اعتکاف کا رکن (مسجد میں) ٹھہرنا ہے اور (مسجد سے) نکلنا اس کی ضد ہے تو اگر ضرورت کے علاوہ نکلے گا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔اسی میں ہے:''ان القلیل من الخروج یفسد الاعتکاف عند ابی حنیفة رحمه الله تعالی''۔(المبسوط للسرخسی،باب الاعتکاف، ج:۳، ص:۱۲٤،دار المعرفة، بیروت)۔ تھوڑی دیر کے لئے نکلنے سے بھی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اعتکاف کو فاسد کر دے گا۔ معتکف کو مسجد سے صرف عذر کی وجہ سے نکلنے کی اجازت ہے اور اس کی تین صورتیں

ہیں:(۱)حاجت شرعیہ(۲)طبعیہ(۳)ضروریہ۔
نور الایضاح میں ہے:''ولایخرج منه الا لحاجة شرعية كالجمعة و العيدين، او طبعية كالبول و الغائط وازالة النجاسة، او ضرورية كانهدام المسجد و اخراج ظالم كرہا''۔(نورالایضاح، باب الاعتكاف، ص:١٤٦،المكتبة العصرية)۔
اور معتکف مسجد سے حاجت شرعیہ جیسے جمعہ وعیدین، یا حاجت طبعیہ جیسے بول و براز اورازالہ نجاست، یا حاجت ضروریہ جیسے انہدام مسجد اور ظالم کے زبردستی نکالنے کی وجہ سے ہی نکل سکتا ہے۔لیکن جس پر غسل فرض ہو(محتلم)اس کو مسجد سے باہر غسل کے لئے اسی صورت میں نکلنے کی اجازت ہے جب کہ مسجد میں قیوداتِ شرعیہ کے ساتھ غسل کرنا ممکن نہ ہو جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے:''الخروج إلا لحاجة الانسان طبيعة كبول و غائط وغسل لو احتلم ولا يمكنه الإغتسال فی المسجد''۔(الدر المختار مع حاشيته رد المحتار، ج:٢، ص:٤٤٥، دارالفكر، بيروت)۔ معتکف کو نکلنے کی اجازت صرف ضرورت کی وجہ سے ہوگی ضرورت چاہے طبعی ہو جیسے بول و براز کے لئے اور غسل کے لئے اگر مسجد میں غسل ممکن نہ ہو۔لہذا معتکف اگر محتلم ہے اور مسجد کے اندر بڑا ٹب،لحاف یا گدا باٹر پروف رکھ کر مسجد میں پانی کی بوند یا چھینٹا گرائے بغیر غسل کرسکتا ہے تو وہیں غسل کرے ورنہ اس کو غسل کے لئے بقدر ضرورت مسجد سے نکلنے کی اجازت ہے لیکن اگر معتکف پر غسل لازم نہیں ہے محض جمعہ کے لئے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کرنا چاہتا ہے تو اس کو مسجد سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہوگی فقہ کا مشہور قاعدہ ہے ''ما ابيح للضرورة تتقدر بقدرہا'' جس کی اجازت ضرورت کی وجہ سے ہو تو وہ ضرورت کی مقدار ہی مباح ہوگی،لہذا اگر ایسا شخص مسجد کے باہر نکلے گا تو اعتکاف فاسد ہوجائے گا، پسینہ سے عموماً مسجد کی فضا مکدر نہیں ہوتی ہے لہذا اس کو مسجد سے نکلنے کی ضرورت میں نہیں شمار کیا جاسکتا۔
مذکورہ تفصیلات اس صورت میں ہیں جب کہ غسل خانہ مسجد سے الگ حدود مسجد سے باہر ہو اور اگر غسل

خانہ مسجد کے اندر ہو جیسا کہ آج کے زمانہ میں رائج ہے تو جمعہ اور پسینہ کی بدبو دور کرنے کیلئے غسل کرنے سے بھی اعتکاف فاسد نہیں ہوگا کیونکہ اعتکاف کا فساد حدود مسجد سے بلا عذر شرعی باہر ہونے سے ہوتا ہے حدود مسجد میں رہنے سے نہیں۔

جیسا کہ **ردالمحتار میں ہے:**''لوصعد ای المعتكف المنارة لم يفسد بلاخلاف''۔(رد المحتار مع الدر المختار، باب الاعتكاف، ج:۲، ص:٤٤٦، دارالفكر، بيروت)۔

اگر معتکف منارہ پر چڑھا تو بالاتفاق اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:''بلکہ جب وہ مدارس متعلق مسجد، حدود مسجد کے اندر ہیں اُن میں اور مسجد میں راستہ فاصل نہیں صرف ایک فصیل سے صحنوں کا امتیاز کر دیا ہے تو ان میں جانا مسجد سے باہر جانا ہی نہیں یہاں تک کہ ایسی جگہ معتکف کو جانا جائز کہ وہ گویا مسجد ہی کا ایک قطعہ ہے''۔(فتاوی رضویہ قدیم، ج:۳، ص:۴۷۴، رضا اکیڈمی، ممبئی، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء)۔اسی کے بعد اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے استدلال میں امام طحاوی اور ردالمحتار کی درج ذیل عبارتوں کو پیش فرمایا ہے:''وهذا ماقال الامام الطحاوى ان حجرة ام المومنين من المسجد''۔(مفهوماً، شرح معانى الآثار، ج:۱، ص:۳۷۵)۔ یہی بات امام طحاوی نے فرمائی کہ ام المومنین کا حجرہ مسجد کا حصہ ہے۔

ردالمحتار میں بدائع کے حوالے سے ہے:''فى ردالمحتار عن البدائع لوصعد ای المعتكف المنارة لم يفسد بلاخلاف لانهامنه لانه يمنع فيها من كل مايمنع فيه من البول ونحوه فاشبه زاوية من زوايا المسجد''۔(ردالمحتار، باب الاعتكاف، ج:۲، ص:۴۴۶، دار الفكر، بيروت)۔

ردالمحتار میں بدائع سے ہے اگر معتکف منارہ پر چڑھا تو بالاتفاق اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا کیونکہ منارہ

مسجد کا حصہ ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس میں ہر وہ عمل مثلاً بول وغیرہ منع ہے جو مسجد میں منع ہے تو یہ مسجد کے دیگر گوشوں کی طرح ایک گوشہ ٹھہرا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمہ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: ''فصیل مسجد بعض باتوں میں حکم مسجد میں ہے معتکف بلا ضرورت اس پر جا سکتا ہے اس پر تھوکنے یا ناک صاف کرنے یا نجاست ڈالنے کی اجازت نہیں، بیہودہ باتیں، قہقہے سے ہنسنا وہاں بھی نہ چاہئے اور بعض باتوں میں حکم مسجد نہیں اس پر اذان دیں گے اس پر بیٹھ کر وضو کر سکتے ہیں جب تک مسجد میں جگہ باقی ہو اس پر نماز فرض میں مسجد کا ثواب نہیں، دنیا کی جائز قلیل بات جس میں چپقلش ہو نہ کسی نمازی یا ذاکر کی ایذا اس میں حرج نہیں'' (فتاوی رضویہ قدیم، ج:٦،ص:٤٧٣ رضا اکیڈمی، ممبئی)۔

صدر الشریعہ حضرت مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''اذان کہنے کے لئے منارہ پر جانا، جبکہ منارہ پر جانے کے لئے باہر ہی سے راستہ ہو اور اگر منارہ کا راستہ اندر سے ہو تو غیر موذن بھی منارہ پر جا سکتا ہے موذن کی تخصیص نہیں''۔ (بہار شریعت، ح:٥، ج:١،ص:٤٩٢،فرید بک ڈپو، دہلی)۔اگر غسل خانہ حدود مسجد میں ہو تو معتکف کو جمعہ کے دن یا شدید گرمی میں خاص کر جب یہ حالت ہو جائیکہ جسم سے پسینہ کی بد بو آتی ہو تو احترامِ مسجد اور صفائی کے پیش نظر غسل کی اجازت ہوگی، حدیث شریف میں ہے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ''كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ياتينى وهو معتكف فى المسجد حتى يتكى على باب حجرتى، فاغسل راسه وانا فى حجرتى، وسائر جسده فى المسجد''۔(مسند احمد، ج:٤١، ص:١١١،موسسة الرسالة) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں معتکف ہونے کی حالت میں میرے پاس آتے اور میرے حجرے سے ٹیک لگا لیتے میں حجرے سے ہی آپ کے سر مبارک کو دھل دیتی، آپ کا پورا جسم مسجد میں ہوتا۔

اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہے کہ اگر معتکف کو مسجد سے باہر نہ جانا پڑے تو پانی وغیرہ سے برودت

حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
حضور صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''فنائے مسجد جو جگہ مسجد سے باہر اس سے ملحق ضروریات مسجد کے لئے ہے مثلاً جوتا اتارنے کی جگہ اور غسل خانہ وغیرہ ان میں جانے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔ بلا اجازتِ شرعیہ اگر نکل کر (مسجد کے دروازے سے) باہر چلا گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ فنائے مسجد اس (اعتکاف کے) معاملہ میں حکم مسجد میں ہے''۔ (فتاوی امجدیہ، ج:۱، ص:۳۹۹ دائرۃ المعارف الامجدیہ، گھوسی)۔
قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری اور حضرت مفتی قاضی عبدالرحیم بستوی رحمہما اللہ کا تصدیق فرمودہ فتاوی کا مجموعہ ''فتاوی بریلی'' میں یوں ہے: ''پس اگر معتکف مسجد میں گرمی کی وجہ سے یا جمعہ کے لئے غسل کرنا چاہے تو مسجد کے فرش پر لحاف یا گدا واٹر پروف کپڑا نیچے رکھ لے (تا کہ پانی کا کوئی قطرہ مسجد کے فرش پر نہ گرے) تو اس میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے''۔ (فتاوی بریلی شریف، ص:۳۱۵، زاویہ پبلشرز، لاہور، پاکستان ۲۰۰۴ء)۔
مذکورہ عبارت میں معتکف کو احتیاط کے ساتھ مسجد میں غسل کی اجازت کی طرف رجحان کو ظاہر کیا گیا ہے اور جب معتکف کو مسجد کی صفیل، اس سے بالکل متصل مدرسہ اور مینارے کا اگر دروازہ اندر ہو وہاں جانے کی اجازت ہے تو اگر حدود مسجد میں غسل خانہ ہو تو معتکف کو جمعہ اور ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے بھی غسل کی اجازت ہوگی۔
محقق علی الاطلاق فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: صحن مسجد جزو مسجد ہے "کما نص علیه فی الحلیة (جیسا کہ حلیہ میں اس پر تصریح ہے) اُس میں نماز مسجد ہی میں نماز ہے، پٹے ہوئے درجے کو مسجد شتوی کہتے ہیں یعنی موسم سرما کی مسجد اور صحن کو مسجد صیفی یعنی موسم گرما کی مسجد، (فتاویٰ رضویہ شریف جدید جلد ۸/۳۷ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)۔ اگر کسی نے قسم کھائی کہ مسجد سے باہر نہ جاؤں گا اور مسجد کے صحن میں آیا تو ہرگز حانث نہ ہوا یعنی اسکی قسم نہ ٹوٹے گی۔ (ہدایہ، ہندیہ، درمختار، شامی فتاوی

رضویہ، جلد۳، ص۵۷۶)۔ نوٹ: اس مسئلہ سے صاف ثابت ہوا کہ مسجد کا صحن مسجد کے حکم میں ہے۔ اگر مسجد کا صحن خارج مسجد بایں معنی ہوتا کہ مسجد سے الگ اور مسجد کے حکم میں نہیں ہے، تو مسجد کے صحن میں آتے ہی قسم ٹوٹ جانی چاہئے۔ اس سے واضح ہوا کہ صحن مسجد بھی مسجد کے حکم میں ہے۔ معتکف کو حالت اعتکاف میں مسجد کے صحن میں آنا جانا، بیٹھنا رہنا یقیناً جائز اور روا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ، جلد۳، ص ۵۷۶)۔ مسجد کا صحن جزؤ مسجد یعنی مسجد کا ہی حصہ ہے۔ مسجد کے صحن میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔ مسجد کے پٹے ہوئے حصہ یعنی مسقّف حصہ کو مسجد شتوی کہتے ہیں یعنی موسم سرما کی مسجد اور صحن کو مسجد صیفی یعنی موسم گرما کی مسجد کہتے ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ، جلد۳، ص۵۸۲) مسجد کے اندرونی حصہ اور بیرونی حصہ یعنی صحن میں نماز جنازہ پڑھنے کی شرعاً اجازت نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ، جلد۳، ص ۵۸۲) مسجد کا حجرہ فنائے مسجد ہے اور فنائے مسجد کے لئے مسجد کا حکم ہے (عالمگیری، فتاوٰی رضویہ، جلد۳، ص۵۹۴)۔

خلاصۂ کلام۔ اگر غسل خانہ فنائے مسجد میں ہے تو جمعہ اور شب قدر کا غسل معتکف وہاں جا کر کرسکتا ہے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا کیونکہ وہ مسجد کا ہی حصہ ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالی اعلم و رسولہ الاکرم صلی اللہ علیہ وسلم

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

(خلیفئہ حضور تاج الشریعہ و محدث کبیر و خادم فخر ازہر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی ھاسپیٹ وجے نگر –وڈو– کمپلی بلاری و گنتکل آندھرا پردیش و مدرس و شیخ الحدیث مدرسہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ جامعۃ البنات ولاء روڈ سنتے پیٹ و ناظم نشرو اشاعت آل کرناٹکا سنی علماء بورڈ کرناٹک الہند)

۵۔ تراویح میں ختم قران کرنا اور سننا کیسا ہے

کیا فرماتے ہیں مفتیان ذوی الاحترام مسئلہ مندرجہ ذیل سے متعلق کہ: تراویح میں ختم قرآن کرنا اور سننا کیسا ہے اس سوال کا مدلل جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں: المستفتی: محمد ظفر وارثی صدر مدرس فیضان قادریہ رحمت نگر نیر پھول بند اسکول جمناتھ روڈ ہوسپیٹ کرناٹک۔

الجـــــواب: باسم ملهم الصواب: رمضان کی نماز تراویح میں مذہب راجح اور قول اصح یہ ہے کہ ایک قرآن ختم کرنا سنت مئوکدہ علی الکفایہ ہے۔قوم کی کاہلی وغفلت شعاری کی وجہ سے اسے ترک نہ کیا جائے۔اور دو ختم کرنا فضیلت کا حامل ہے اور تین ختم کرنا افضل ہے۔جہاں فقہاء نے ایک ختم کو سنت لکھا ہے اس سے ظاہراً سنت مئوکدہ مراد ہے،

نہایہ میں ہے: والختم مرة سنة مئوكدة (نهاية شرح هدايه ج ١ /١٣١)۔

ہندیہ میں ہے: قال في الدر المختار: و الختم مرة سنة أي قرائة الختم في صلاة التراويح سنة، ومرتين فضيلة، وثلاثا أفضل ولايترك الختم لكسل القوم لكن في الاختيار الأفضل في زماننا قدر ما لايثقل عليهم،وأقره المصنف وغيره(الفتاوى الهندية،فصل في التراويح ج ١١٨/١)۔ **ہندیہ میں ہے کہ**: قال في البحر:فالحاصل أن المصحح في المذهب أن الختم سنة لكن لايلزم منه عدم تركه إذا لزم منه تنفير القوم وتعطيل كثير من المساجد خصوصا في زماننا، فالظاهر اختيار الأخف على القوم۔ (الفتاوى الهندية، فصل في التراويح ج ١١٨/١)۔

درمختار میں ہے : و فی الزیلعی و قال ا لحسن عن ا بی حنیفة و ہو الصحیح لأن ا
لسنة ا لختم فیہا مرةوہویحصل بذلك مع التخفیف (الدرمع الرد، باب الوتر
والنوافل ج ٢/٤٩٧)والختم مرةسنة ومرتین فضیلة و ثلا ثا ا فضل و لا یتر ك
الختم لکسل القوم...شامی ج ٢/٤٩٧)۔ السنة فی التراویح انماہوالختم مرة
فلا یتر ك لکسل القوم ہندیة ج ١/١٧٧)
والسنة فیہا الختم مرة فلا یترك لکسل القوم(ملتقی الأبحر، کتاب الصلاة ج
١/ ٢٠٣ ط: دار الکتب ا لعلمیة بیروت)۔
السنةفی التراویح إنماھو الختم مرة فلایترك لکسل القوم کذا فی الکا فی (الفتا
وی الھند یةج ١/ ١١٧ المطبعة الکبری الأمیریة،بولاق،مصر)،والختم فی
التراویح مرة واحدة سنة (الفتا وی الخانیة علی ھامش الفتاوی الھندیةج ١/
٢٣٧،ط: المطبعة الکبری الآمیریة،بولاق،مصر)وسن فی رمضان عشرون ر
كعة بعد ا لعشاء قبل الوتر وبعده بجماعة و الختم مرة بجلسة (کنز الدقائق مع
البحر الرائق،،کتاب الصلاة باب الوتروالنوافل ج٣/ ١١٥/ ١١٦/دارالکتب
العلمیةبیروت)قوله: والختم مرة'':معطوف علی ''عشر و ن'' بیان لسنة القرائة
فیہا وفیه اختلاف، والجمھورعلی أن السنة الختم مرة فلا یترك لکسل القوم
(البحر الرائق،،کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل ج ٣/ ١١٥/١١٦/ ط: دار
الکتب العلمیة بیروت)، لأن ا لسنة فیھا الختم مرة ولا یترك ا لختم مرةلکسل
القوم بخلاف الد عوات فی التشھد حیث یترك إذا عرف منھم الملل(تبیین
الحقائق کتا ب الصلاة،باب الوتر والنوا فل ج ١/ ١٨٢/ ط: المکتبة الإمدادیة،
ملتان،باکستان)وسن ختم القرآن فیھامرة فی الشھرعلی الصحیح (نو ر ا لإ

يضا ح مع ا لمرا قى و حاشيةالطحطاوى عليه،ص: ٤١٤ / ٤١٥/ط:دار الكتب العلمية بيروت) والسنة ختم القرآن فى الترا ويح مرة واحدة (المختار مع الاختيار، ج ١/ ٢٣٩/ ط: موسسة الرسالة) والحاصل أن السنة فى التراويح إنماهى الختم مرة،والختم مرتين فضيلة و ا لختم ثلا ث مرات فى كل عشرة مرة أفضل، وفى جا مع الجوامع: الأ فضل أن يختم فيه القرآن إن لم يثقل على ا لقوم، وفى الكافى: و الجمهور على أن ا لسنة الختم مرة فلايترك لكسل ا لقوم(الفتا وى التاتارخانيةج ٢/ ٣٢٤ /ط: مكتبة زكريا ديوبند)، قال الصدرالشهيد:الختم فى التراويح سنةوالختمان فضيلة (خلا صة ا لفتاوى ج ١/ ٦٤/ المكتبة الرشيدية،كوئتة)وسن الختم مرةولا يتر ك لكسل القوم(النقا ية مع شرح ا لنقا ية ج ١/ ٣٤٥/٣٤٦) و س

ا لختم)أى:ختم القرآن على الأصح وهو قول الأكثر (مرة) فى صلاة التراويح؛ لأن شهر رمضان أنزل فيه ا لقرآن وكان النبى صلى الله عليه وسلم يعرضه فيه على جبرائيل كل سنةمرة،وفى السنة ا لأخيرة عرضه مرتين (ولا يترك) الختم (لكسل القوم)(فتح باب ا لعناية بشرح ا لنقا ية ج ١/ ٣٤٥/٣٤٦)قوله:والختم مرة سنة أ ى: قرائة الختم فى صلاة الترا ويح سنة و صححه فى ا لخانية وغيرهاوعزاه فى الهداية إلى أكثرا لمشايخ،وفى الكافى إلى الجمهور وفى البرهان:وهوالمروى عن أبى حنيفة والمنقول فى الآثار (رد ا لمحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل ج ٢ / ٤٩٧/ ط: مكتبة زكريا ديوبند)،قال فى البحر:فالمصحح فى ا لمذهب أن ا لختم سنة (ا لمصدرالسابق، ص /٤٩٧)، (وقيل) القائل صاحب الاختيار (الأفضل فى

زمـانـنـا قـدرمالا يثقل عليهم) (الغرروالدررمع الغنية للشرنبلالی ج ۱ / ۱۲۰/ط: بـاكستـان)قـولـه:وقيل ا لـقائل صاحب الاختيار أقول: عبارته تفيدضعفه وفی البحرخلافه وا لجمهو رعلی أ ن ا لسنة ا لختم (غنية ذوی الأحكام فی بغية درر الحكام)۔

سنت کامطلقاذ کرکرنااورقوم کی سستی کے باعث ختم قرآن کوترک کرنے کاحکم نہ دینااس بات کابین ثبوت ہے کہ ایک ختم قرآن کا کرنا سنت مئوکدہ ہے اس لئے ہدایہ کے محشی نے اس کا اظہار کردیااورفرمایا کہ والـخـتـم مرة سنة مؤكدة (هدايه علی الهامش ج ۱/ ۱۳۱) واضح ہوا کہ رمضان کے پورے مہینہ کی نماز تراویح میں ایک ختم قرآن کی تلاوت کرنا سنت مؤ کدہ علی الکفایہ ہےاوردومر تبہ ختم کرناباعث فضیلت اورتین مرتبہ ختم کرناافضل ہے۔ فـقـط والـلـــه تـعالیٰ اعلم ورسولـه الاكرم صلی الله علیه وسلم۔

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

(خلیفئہ حضور تاج الشریعہ و محدث کبیر و خادم فخر ازہر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی ھاسپیٹ وجے نگر —وڈو— کمپلی بلاری و گنتکل آندھرا پردیش و مدرس و شیخ الحدیث مدرسہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ جامعۃ البنات ولاء روڈ سنتے پیٹ و ناظم نشرو اشاعت آل کرناٹکا سنی علماء بورڈ کرناٹك الھند)

٦۔عشاء کی نماز جماعت سے نہیں ادا کیا تو کیا وتر بھی الگ پڑھے گا

مفتیان کرام کی بارگاہ میں عرض ہے کہ اگر کسی نے عشاء کا فرض نماز امام کے ساتھ نہیں پڑھا ہے تو کیا وہ وتر علیحدہ پڑھے گا یا جماعت کے ساتھ تفصیل کے ساتھ جواب ارشاد فرمادیں جزاک اللہ خیرا۔۔سائل: محمد عاصم پاکستان۔

الجـــــواب :بعون الله الملك الوهاب :جن لوگوں نے عشا کی نماز جماعت سے ادا کیا وہ وتر کی نماز بھی با جماعت ادا کر سکتے ہیں البتہ جس نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا نہ کیا وہ وتر کی جماعت میں بھی شامل نہیں ہوسکتے چاہے اس نے تراویح جماعت کے ساتھ پڑھی ہو یا تنہا: جیسا کہ بہار شریعت میں ہے: اگر عشاء جماعت سے پڑھی اور تراویح تنہا تو وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے اور اگر عشاء تنہا پڑھ لی اگرچہ تراویح باجماعت پڑھی تو وتر تنہا پڑھے (بہارِ شریعت ج۱/۶۹۳)۔

فتاوی رضویہ میں ہے: جو فرض تنہا پڑھے وتر کی جماعت میں شریک نہ ہوگا كما في الغنية۔ و جامع الرموز۔ و ردالمحتار (رد المحتار كتاب الصلاة باب الوتر وا لنوافل ج ٤ / ٣٧٤) مزید آگے ہے: ہاں وتر کی جماعت میں شامل نہیں ہوسکتا جس نے فرض تنہا پڑھے ہوں وتر بھی تنہا پڑھے۔

درمختار میں ہے: فمصليه وحده يصليها معه (فتاوی رضويه ج ٥/٧٠٧/٧٠٨/٧٠٩ بحواله الدر المختاركتاب الصلاة باب الوترو النوافل ج ٤ / ٣٧٤)ردالمحتارمیں ہے: اذا لم يصل الفرض معه لا يتبعه الوتر (رد

المحتار ج ۲/ ٤٨ باب الوتر و النوافل مطبوعه ایچ ایم سعید کمپنی) جب فرض امام کے ساتھ ادا نہ کیا تو وتر میں بھی اس کی اتباع نہ کرے: فقط واللہ تعالیٰ اعلم ورسوله الاکرم صلی الله علیه وسلم :

....

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

(خلیفئہ حضور تاج الشریعہ و محدث کبیر و خادم فخر ازہر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی ہاسپیٹ وجے نگر –وڈو– کمپلی بلاری و گنتکل آندھرا پردیش و مدرس و شیخ الحدیث مدرسہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ جامعۃ البنات ولاء روڈ سنتے پیٹ و ناظم نشرو اشاعت آل کرناٹکا سنی علماء بورڈ کرناٹك الھند)

۷۔معتکف مسجد کے صحن میں چل پھر سکتا ہے یانہیں

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلۂ ذیل میں کہ بکر امسجد میں اعتکاف کر رہا ہے تو کیا وہ مسجد کے صحن میں چل پھر اور بیٹھ سکتا ہے یانہیں؟ اور بکر کو کسی نے بھی نہیں دیکھا کہ ذکر واذکار میں مشغول ہوتو کیا اسکا اعتکاف ہوگا یانہیں؟ برائے مہربانی اس کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی عنایت فرمائیں کرم ہوگا-
سائل-محمد زبیر عالم قادری لاتیہار (جھارکھنڈ)۔

الجـــــواب: باسمہ ملھم الصواب :صورت مذکورہ مسئولہ میں اعتکاف کی حالت میں بکر صحن مسجد میں آ جا سکتا ہے کیونکہ صحن مسجد مسجد کا حکم رکھتا ہے اس لئے معتکف بلاضرورت صحن مسجد میں آ جاسکتا ہے اٹھ بیٹھ سکتا ہے: جیسا کہ محقق علی الاطلاق امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ:

معتکف کو صحن میں آنا، جانا، بیٹھنا اور رہنا یقیناً روا، یہ مسئلہ اپنی نہایت وضاحت وغایت شہرت سے قریب ہے کہ بدیہیات اولیہ سے ملتحق ہو،جس پر تمام بلاد میں عام مسلمین کے تعامل وافعال شاہد عدل،جن کے بعد اصلاً احتیاج دلیل نہیں (فتاوی رضویہ ج ۶/۸)۔صاحب بہار شریعت فرماتے ہیں کہ: فنائے مسجد' جو جگہ مسجد سے باہر اس سے ملحق ضروریاتِ مسجد کیلئے ہے' مثلاً جوتا اُتارنے کی جگہ اور غسل خانہ وغیرہ ان میں جانے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا''۔مزید آگے فرماتے ہیں ''فنائے مسجد اس معاملے میں حکم مسجد میں ہے''۔(فتاویٰ امجدیہ ج ۱/۳۹۹) معتکف کے لئے صحن مسجد حکما مسجد ہے اس تعلق سے مزید دلائل و براہین سے آشنائی کیلئے محقق علی الاطلاق امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ کی تصنیف شدہ رسالہ" التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد "۱۳۰۱ھ کا مطالعہ کریں: ذکرو اذکار میں نہ دیکھنا مفسد اعتکاف نہیں اسلئے اعتکاف ہو جائے گا البتہ مفسد اعتکاف میں سے کوئی چیز پائی

جائے تو اعتکاف فاسد ہوگا: کم سے کم فرائض و واجبات وسنن اورنوافل تو پڑھ ہی رہا ہوگا: اعتکاف کی حالت میں بھی بے شمار عمل کرنے کی اجازت ہے جو منافئی اعتکاف نہیں: مثلا: اُمورنکاح کی محدود اِجازت اورشادی بیاہ ایسے اُمور ہیں جو معاشرے اور معاشرت کی بنیاد اور اجتماعیت کی اساس ہیں۔ معتکف اگر چہ ان تمام امور سے خلاصی پا کر مسجد میں گوشہ نشین ہوتا ہے لیکن ائمہ کرام نے دورانِ اعتکاف معتکف کے مسجد میں نکاح کرنے ،محفل نکاح میں شامل ہونے ،کسی کواس کی دعوت دینے ،نکاح وغیرہ پر مبارک باد دینے ،تعزیت کرنے اورلوگوں کے درمیان صلح صفائی جیسے امور کوبھی مباح قرار دیا ہے۔البتہ وہ مسجد میں رہ کر ہی ان امور کوانجام دے گااور جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے: ولا بـأس لـلـمعتكف أن يبيـع ويشتر ى و يتز و ج و ير ا جع ويلبس و يتطيب و يد ہن و يأكل و يشرب بـعـد غـر و ب ا لشـمـس إلـى طـلـوع ا لـفجر ويتحدث ما بداله بعد أن لا يكون مأثماوينام فى المسجد(بدا ئع الصنائع،ج ٢/ ١١٧)۔ معتکف کے لئے غروبِ آفتاب سے طلوعِ فجر تک خرید وفروخت،نکاح،(اَسباق کی)مراجعت کرنے ،لباس وغیرہ بدلنے،خوشبواور تیل لگانے ،کھانے پینے اورایسی گفتگو کرنے کہ جس میں کوئی گناہ کی بات شامل نہ ہو، اس میں کوئی حرج نہیں: فقط واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ الاکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۔

....

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

(خلیفئہ حضور تاج الشریعہ و محدث کبیر و خادم فخر ازہر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی ہاسپیٹ وجے نگر –وڈو– کمپلی بلاری و گنتکل آندھرا پردیش و مدرس و شیخ الحدیث مدرسہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ جامعۃ البنات ولاء روڈ سنتے پیٹ و ناظم نشرو اشاعت آل کرناٹکا سنی علماء بورڈ کرناٹك الھند)

۸۔لاک ڈاؤن میں تراویح سے متعلق چند سوالات۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ملک میں لاک ڈاؤن میں توسیع ہوجانے کی وجہ سے رمضان المبارک کے ماہ مبارک کی اہم عبادتیں بھی گھر ہی میں انجام دینی ہوں گی،ایسے حالات میں چند سوالات درج ذیل ہیں امید کہ رہنمائی فرما کرممنون کریں گے۔

(۱) کیا تراویح کی نماز گھر پہ ادا کرنا جائز ہوگا نیز تراویح کی جماعت کے لئے کتنے لوگوں کا ہونا ضروری ہے؟

(۲)۔اگر حفاظ نہ ملیں تو غیر حافظ کیا تراویح پڑھا سکتے ہیں،اسکی شکل کیا ہوگی ؟

(۳)۔کچھ لوگ گھر میں ہی تراویح پڑھنا چاہیں اوران میں سے کوئی بھی شرعی داڑھی والا نہ ہولیکن قرآن صحیح پڑھنا جانتا ہوتو کیا وہ تراویح کی امامت کرسکتا ہے،اور جماعت کا ثواب ملے گا؟

(۴)۔کچھ مساجد کے امام حافظ نہیں ہوتے،باہر سے حفاظ آتے ہیں تراویح پڑھانے لیکن اس دفعہ یہ ممکن نہیں نظر آرہا ہے تو ایسی صورت میں کیا کریں؟

(۵)۔کچھ بچوں کا حفظ ابھی مکمل نہیں ہوا لیکن وہ بالغ ہو چکے ہیں مثلا دس یا بیس پارے کے حافظ ہیں کیا وہ تراویح میں بیس پارے تیس رمضان تک پڑھا سکتے ہیں،یا بیس پارے بیس دن میں پڑھائیں پھر (الم تر) سے پڑھ لیں؟

(۶)۔عورتیں اگر آپس میں جماعت کے ساتھ گھروں میں تراویح پڑھنا چاہے تو شرعا اس کا کیا حکم ہے نیز اگر کوئی بالغ لڑکی حافظ قرآن ہے کیا وہ صرف عورتوں کو باجماعت اس طرح پڑھا سکتی ہے کہ آواز گھر سے باہر نہ نکلے؟

(۷)۔کیا موجودہ حالات میں ایسا کیا جاسکتا ہے کہ مسجد میں امام صاحب تراویح پڑھائیں اور مائک

کنکشن یا آن لائن لائیو کے ذریعے امام صاحب کی آواز لوگ گھروں میں سن کران کی اقتدا میں تراویح پڑھ لیں؟

(۸)۔کیا ماسک پہن کر نماز پڑھنا درست ہے؟ (۹)۔کورونا بیماری کی وجہ سے سوشل ڈیسٹینسنگ یعنی لوگوں کے درمیان جسمانی فاصلہ بنائے رکھنے کے لئے حکومت کی طرف سے کہا گیا ہے تو کیا جماعت سے نماز پڑھتے وقت تھوڑا فاصلہ رکھنا جائز ہوگا؟ ان تمام سوالات کے جوابات مدلل ومفصل عنایت فرمائیں۔المستفتی۔غلام ازہری،مولانا محمد عمران رضوی یوپی۔

الجــواب : باسم ملهم الصواب:(ا)تراویح کی نماز گھر پرادا کرنا جائز ہے۔جماعت کے قیام کیلئے امام اور ایک مقتدی بھی کافی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: اثـنـا ن فـمـا فوقهـمـا جماعة .(ابن ما جه، السنن، كتاب إقامة الصلاةوالسنة فيها، باب الاثنان جماعة ج ١/ ٥٢٢ رقم: ٩٧٢) دویا دو سے زیادہ (مردوں) پر جماعت ہے۔اس صورت میں امام،مقتدی کو اپنے دائیں جانب کھڑا کرے جیسا کہ حدیث مبارکہ سے ثابت ہے۔حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک رات میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی۔میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بائیں طرف کھڑا ہوگیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سر کو پیچھے کی طرف سے پکڑ کر مجھے دائیں طرف کر دیا۔(بخاری،الصحیح،کتاب الجماعۃ والإ مامۃ،باب اذ قام الرجل عن یسار الإ مام،ج ا /٢٥٥،رقم:٦٩٣)۔کتب فقہ کی عبارت سے بھی واضح ہے کہ صرف دو آدمی قیام جماعت کیلئے کافی ہے یعنی ایک امام اور دوسرا مقتدی ہوا تنے لوگ بھی جماعت کے قیام کیلئے کافی ہو جاتے ہیں۔

جیسا کہ درمختار میں ہے:(ويقف الواحد)ولو صبياً،أما الو ا حدة فتتأخر (محاذياً) أي مساوياً (ليمين إما مه) على المذ هب، ولا عبرة بالرأس بل بالقدم،فلو صغيراً

فـالأصـح مـا لـم يتـقـدم أكثـر قـدم المـؤتـم لاتـفسـد،فـلـووقف عن يسـاره كـره(اتـفـاقـاًوكـذا) يـكـره (خـلفه على الأصـح)؛ لمخـالفة السنة، (والزائد) يقف (خلفه) فلو توسط اثنين كره تنزيهاً، وتحريماً لو أكثر.(قوله: والزائد خلفه)عدل تبعاًللوقاية عن قول الكنز:والاثنان خلفه؛لأنه غير خاص با لاثنين، بل المراد ما زاد عـلـى الـواحـد، اثـنـان فـأكثـر، نـعـم! يفهم حكم الأكثر بالأولى .وفى القهستانى: وكيفيته أن يقف أحد هما بحذائه والآخر بيمينه إذا كان الزائد اثنين، ولـو جـاء ثـالـث وقف عـن يسـار الأول، والرابع عن يمين الثانى والخامس عن يسار الثالث وهكذا.اه وفيه إشارة إلى أن الزائد لوجاء بعد الشروع يقوم خلف الإمـام،ويتـأخـر الـمقتـدى الأول، ويـأتـى تـمـامه قريباً (قوله: كره تنزيهاً) وفى رواية:لايكـره، والأولى أصح، كما فى الإمداد .(قـولـه وتـحريماً لو أكثر) أفاد أن تـقـدم الإمـام أمـام الـصف واجـب كـمـا أفاده فى الهداية والفتح.(قـولـه:كره إجـمـاعاً) أى للمؤتم، وليس على الإمام منها شىء، ويتخلص من الكراهة بالقـهـقـرى إلـى خـلف إن لم يكن المحل ضيقاً على الظاهر والذى يظهر أنه يـنبـغـى للمقتدى التأخر إذا جاء ثالث، فإن تأخر وإلا جذبه الثالث إن لـم يخش إفسـاد صـلاته، فإن اقتدى عن يسار الإمام يشير إليهما بالتأخر، وهو أولى من تـقـدمـه؛ لأنه متبوع؛ ولأن الاصطفاف خلف الإمام من فعل المقتدين لا الإمام، فـالأولـى ثبـاتـه فـى مكانه وتأخر المقتدى، ويؤيده ما فى الفتح عن صـحـيح مسـلـم: قـال جـابـر: سـرت مـع النبى صلى الله عليه وسلم فى غزوة، فقام يصلى، فجئت حتى قمت عن يساره، فأخذ بيدى فأدارنى عن يمينه، فجاء ابن صـخـر حتى قام عن يساره فأخذ بيديه جميعاً فدفعنا حتى أقامنا خلفه« اه وهذا

كـلـه عـنـد الإمكان، وإلا تعين الممكن .والـظـا ہـر أيضاً أن ہذا إذا لم يكن فی ا لـقـعـدـة الأخيـرـة، وإلا اقتـدى الثـالـث عن يسـار الإمـام ولا تقدم ولا تأخر (الدر المختار مع ردالمحتارج ١/ ٥٦٦)

(٢)۔**الـجــواب**: تراویح سنت مؤکدہ ہے حافظ کی عدم موجودگی میں غیر حافظ کا سورہ تراویح پڑھانا جائز ہے جس کو اپنی زبان میں سورہ تراویح کہتے ہیں۔

جیسا کہ المبسوط میں ہے : التـراويح سنة لايجوز تركها؛ لأ ن ا لنبی صلی ا لله عليه و سـلـم أ قـا مهـا ثم بين ا لعذ ر فی ترك ا لموا ظبة علی أ د ا ئها با لجما عة فی الـمسجدوہوخشيةأن تكتب علينا ثم واظب عليهاالخلفاء الراشدون رضی الله عـنـهـم وقـد قـال الـنـبـی صـلـی ا لـلـه عليه و سلم: عليكم بسنتی وسنة الخلفاء الـراشـديـن مـن بـعـدی، وأن عـمـر رضـی الله عنه صلاہا بالجماعة مع أجلاء الـصـحـابة، فـرضـی بـه علی رضی الله عنه حتی دعا له بالخير بعد موته، كما ورد، وأمـر بـه فی عـهـده (المبسوط للسرخسی ج٢/ ١٤٥) ۔اس کی شکل یہ ہوگی کہ سورہ الم ترکیف سے پڑھائے اور والناس تک پورا کرے جس سے دس رکعت کی تکمیل ہوگی پھر الم ترکیف سے شروع کرے اور والناس پر ختم کرے اس طرح بیس رکعت مکمل کرے اور یہی روزانہ کا معمول بنالے اگر یاد ہو تو بیس سورہ کا بھی تعین کرسکتا ہے اگر دس بھی یاد نہیں ہے تو جو کچھ بھی یاد ہے اسی کی قرآت کرے نماز ہوجائے گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:فاقرؤا ماتيسرمن القرآن (القرآن) جو کچھ بھی قرآن کی آیتوں میں سے پڑھنا آسان ہو پڑھے۔ کتب فقہ میں بھی یہی مذکور ہے:

جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے: ومـنـهـا: أن يـقـرأ فی كل ر كعة عشر آيات، كذ ا روی الـحسـن عـن أبـی حـنـيـفة،وقيـل: يـقـرأفيهـاكـمايقرأ فی أخف المكتوبات وہی

المغرب، و قيل: يقرأ كما يقرأ فى العشاء؛ لأ نهاتبع للعشاء، وقيل: يقرأ فى كل ركعة من عشرين إلى ثلاثين؛ لأنه روى أن عمر رضى الله عنه دعا بثلاثة من الأئمة، فاستقرأ ہم وأ مرأولہم أن يقرأفى كل ركعة بثلا ثين آيةً، وأمر الثانى أن يقرأ فى كل ركعة خمسة وعشرين آيةً، و أمر الثالث أ ن يقرأ فى كل ركعة عشرين آيةً، وما قاله أ بو حنيفة سنة؛إذ السنة أن يختم القرآن مر ةً فى التراويح، وذلك فيما قاله أ بوحنيفة، وما أمر به عمر فهو من باب الفضيلة وہوأن يختم القرآن مرتين أو ثلاثاً، وہذا فى زمانہم (فى ترتيب الشرائع ج ١ / ٢٨٩)البتہ پورے رمضان کی تراویح کی نماز میں ایک ختم قرآن کرنااوراس کی سماعت کرنا سنت ہےاور دوتین ختم کرناافضل ہے۔جیسا کہ کتب فقہ میں ہے : والسنة فيها الختم مرة فلا يترك لكسل القوم(ملتقى الأبحر،كتا ب الصلاة، ج ٢٠٣/١، دار الكتب العلمية بيروت)، السنة فى التراويح إنما هوالختم مرة فلايترك لكسل القو م كذا فى الكافى (الفتاوى الهند ية، ج ١ / ١١٧: المطبعة الكبرى الأمير ية،بولاق،مصر)والختم فى التراو يح مرةواحدة سنة(الفتاوى الخا نية على هامش الفتاوى الهندية، ج ١ /٢٣٧ ، ط: المطبعة الكبرى الأمير ية،بولاق،مصر)وسن فى رمضا ن عشرون ركعة بعدالعشاء قبل ا لو تر و بعد ه بجما عة و ا لختم مرة بجلسة الخ(كنز الدقائق مع البحر الرائق،،كتاب الصلاة،باب الوتر وا لنوافل، ج ٣: ١١٦/١١٥، ط: دار الكتب العلمية بيروت)قوله:والختم مرة معطوف على"عشرون''بيان لسنة ا لقرا ئة فيها و فيه ا ختلا ف وا لجمهور علــى أن السنة الختم مرة فلايترك لكسل القوم(البحرالرائق كتاب الصلاة،باب الوتر والنوافل، ج ٣: ١١٦/١١٥ ، ط:

دار الـكتب العلمية بيروت)لأن السنةفيها الختم مرة ولا يترك الختم مرة لكسل القوم بخلا ف ا لد عوا ت فى ا لتشهد حيث يترك إذا عرف منهم ا لملل (تببين الحقائق، كتاب الصلاة، باب ا لو تر وا لنوافل، ج ١٨٢/١، ط: ا لمكتبة الإمدادية،ملتان،باكستان) وسن ختم القرآن فيها مرة فى ا لشهر على الصحيح(نور الإيضاح مع المراقى وحاشية الطحطاو ى عليه،ص:٤١٤/، ٤١٥، ط: دار ا لكتب العلميةبيروت)والسنةختم القرآن فى التراويح مرة واحدة(المختار مع الاختيار، ج١/: ٢٣٩، ط: مئوسسة الرسالة)والحاصل أن السنة فى ا لترا و يح إنما هى الختم مرة،وا لختم مرتين فضيلة والختم ثلاث مرات فى كل عشرة مرةأفضل، و فى جا مع ا لجوا مع: الأفضل أن يختم فيه القرآن إن لم يثقل على القوم، و فى الكافى: و الجمهور على أن السنةالختم مرة فلايترك لكسل ا لقو م (الفتا وى التاتارخا نية، ج٣٢٤/٢:مكتبة زكر يا ديو بند) قال الصدرالشهيد:الختم فى الترا و يح سنة و ا لختمان فضيلة الخ (خلاصة الفتاوى، ج ٦٤/١: المكتبة الرشيدية،كوئتة)وسن الختم مرة ولا يترك لكسل القوم(النقاية مع شرح النقاية،ج ١: ٣٤٦/٣٤٥)، (وسن ا لختم) أى: ختم القرآن على الأ صح و هو قو ل الأ كثر (مرة) فى صلا ة التراويح؛ لأن شهر رمضان أنزل فيه القرآن وكان النبى صلى الله عليه و سلم يعر ضه فيه على جبرائيل كل سنة مرة،وفى السنة الأخيرة عرضه مرتين (ولا يترك) ا لختم (لكسل القوم) (فتح باب العناية بشرح النقاية،ج ١/ ٣٤٦/٣٤٥)، قوله: والختم مرة سنة'':أى: قراءة الختم فى صلاة التراويح سنة وصححه فى الخانيةوغيرها وعزا ه فى الهداية إلى أكثر المشايخ، وفى الكافى إلى الجمهور،

وفـی ا لبـر هـا ن: و هـو ا لـمـر و ی عـن أبـی حنیفة و المنقول فی الآ ثـار(رد ا لمحتار،کتاب الصلاۃ،باب الوتر وا لنوافل،ج ۴۹۷/۲،مکتبۃزکریا دیوبند) قال فـی البحـر:فـالـمـصـحـح فـی الـمـذ هـب أن الـختـم سنۃ (المصدر السا بـق،ص:۴۹۸)(وقیـل)القائل صـاحـب الاختیار (الأفضل فی زماننا قدر مالایثقل عـلیهـم)(الـغـرر والـدرر مـع الغنیۃللشرنبلالی،ج۱: ۱۲۰، باکستان) قوله:وقیل الـقـائـل صـاحـب الاختیـا ر الـخ'': أقول: عبار ته تفید ضعفه وفی البحر خلافه والجمهور علی أن السنۃالختم(غنیۃ ذوی الأحکا م فی بغیۃ درر الحکام)

(۳)۔**الجـــواب**: داڑھی منڈا فاسق معلن ہےاور فاسق قابل امامت نہیں۔اس کوامام بنانا گناہ ہےاس کی اقتدامیں پڑھی جانے والی نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہےمگرنماز بکراہت تحریم ہوجاتی ہے توجماعت کا ثواب ملجائے گا۔فتاوی رضویہ میں ہے کہ: فاسق کے پیچھے نماز ناقص ومکروہ اگر پڑھ لی تو پھیری جائے اگرچہ مدت گزرچکی ہو،(فتاوی رضویہ)۔صغیری میں ہے: یـکـره تقدیم ا لفاسق کـراهة تـحریم ((فاسق کی تقدیم (یعنی امامت) مکروہ تحریمی ہے۔ت) (صغیری شرح منیۃ المصلی مباحث الامامت مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۶۲)۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے : کـره إمـامة الـفـاسـق، والـفسق لغةً: خـروج عن الاستـقـامة، وہو مـعـنـی قـولـهـم: خـروج الشیء عن الشیء علی وجه الفساد . وشرعاً: خروج عن طا عة تعا لی با رتکا ب کبیرة.قال القهستانی:أی أو إصرا ر عـلـی صـغیـرة۔(فتجب إہانته شر عاً فلا یعظم بتقد یم الإمامة) تبع فیه الزیلعی ومفاده کون الکراہة فی الفاسق تحریمیة(الطحطاوی علی مراقی الفلاح)۔

درمختار میں ہے : و الأحـق بـالإمـامة تـقـدیماً بل نصباً الأعلم بأحکام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاہرة ."(درمختار ج ۵۵۹/۱-۵۶۰)۔

شامی میں ہے : یحرم علی الرجل قطع لحیتہ۰ (شامی ج:٥ ص:٢٨٨)۔ داڑھی کاٹنا مرد کیلئے حرام ہے۔

فتاوی شامی میں ہے: و أما الأخذ منها أی من اللحية و ہی دون ذالك: أی دون القبضة، كما يفعله بعض المغاربة و مخنثة الرجال فلم يبحه أحد،و أخذ كلها فعل اليهود .و مجوس الأعاجم۔(كتاب الصوم، مطلب فی الاخذ من اللحية ج٢/ ٤١٨، ط: سعيد)۔

"حلبی کبیر" میں ہے : ولو قدّموا فاسقاً يأثمون بناء على أن كراہة تقديمه كراہة تحريم؛ لعدم اعتنائه بأمور دينه، و تساہله فی الإتيان بلوازمه..الخ (كتاب الصلوة، الأولى بالإمامة، ص: ٥١٣/ ٥١٤ ط: سہيل اكيدمی) ۔صلی خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة ."و فی الشامية:(قوله:نال فضل الجماعة) أفاد أن الصلاة خلفهما أولى من الانفراد، لكن لا ينال كما ينال خلف تقی ورع ."(شامی: ج ١/ ٥٦٢ ، ط: سعيد) ۔

(٤)۔**الجـــــواب**: صورت مذکورہ میں سورہ تراویح پڑھے:"**فتاوی شامی" میں ہے** : (و الختم) مرةً سنةٌ و مرتين فضيلةٌ وثلاثاً أفضل .(ولا يترك) الختم (لكسل القوم)، لكن فی الا ختيار: الأفضل فی زماننا قدر ما لا يثقل عليهم، وأقره المصنف و غيره .وفی المجتبى عن الإمام: لو قرأ ثلاثاً قصاراً أو آيةً طويلةً فی الفرض فقد أحسن ولم يسء، فما ظنك بالتراويح؟ وفی فضائل رمضان للزاہدی: أفتى أبو الفضل الكرمانی والوبری أنه إذا قرأ فی التراويح الفاتحة وآيةً أو آيتين لا يكره، ومن لم يكن عالماً بأہل زمانه فهو جاہل۔(قوله:الأفضل فی زماننا إلخ) لأ ن تكثير الجمع أ فضل من تطو يل ا لقرائة، حلية عن المحيط .

وفيه إشعار بأن ہذا مبنی علی اختلا ف الزمان، فقد تتغير الأحكام لاختلا ف الزمان فی كثير من المسائل على حسب المصالح، ولہذا قال فی البحر: فالحاصل أن المصحح فی المذہب أن الختم سنة، لكن لا يلزم منه عدم تركه إذا لزم منه تنفير ا لقو م و تعطيل كثير من المساجد خصوصاً فی زماننا فالظا ہر اختيار الأخف على القوم(قوله: وفی المجتبى إلخ)عبارته على ما فی البحر:والمتأخرون كانوا يفتو ن فی زماننا بثلاث آيات قصار أو آية طويلة حتى لا يمل القوم ولا يلز م تعطيلہا، فإن ا لحسن روى عن الإمام أنه إ ن قر أ فی المكتو بة بعد ا لفا تحة ثلا ث آ يات فقد أحسن ولم يسء، ہذا فی ا لمكتو بة فما ظنك فی غير ہا؟"اه(شامی ج٢/ ٤٦/ ٤٧ باب الوتروالنوافل،سعيد)۔

(۵)۔**الجـــــواب**: پڑھا سکتے ہیں البتہ وہ بھی سورہ تراویح کے حکم میں ہوگا البتہ بیس پارہ سننے کا ثواب ملے گا۔ (٦)۔**الجـواب**: عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے: فرض نماز ہو یا نفل،عورت کا عورتوں کیلئے امام بننا بھی مکروہِ تحریمی ہے،خواتین کے لئے یہی حکم ہے کہ وہ تنہا اپنی نماز ادا کریں،تراویح کی جماعت نہ کریں۔اس کے باوجود جماعت کرتی ہیں توامام بھی صفوں کے بیچ میں گھڑی ہونگی ۔

اعلاءالسنن میں ہے: فعلم أن جماعتہن وحد ہن مكر وہة(إعلاء السنن ج٤ / ٢٢٦)۔

مزیداسی میں ہے:عن علی بن أبی طالب رضی الله عنه أنه قال: لاتؤم المرأة .قلت : رجاله كلہم ثقا ت (إ علاء ا لسنن ج ٤ / ٢٢٧ دار الكتب العلمية بيروت)۔

شامی میں ہے : ويكره تحريماً جماعة ا لنساء و لو فی التراويح - إلى قوله - فإن فعلن تقف الإمام وسطہن فلو قد مت أثمت .قال الشامی : أفاد ان

الـصلاة صحيحة وأنها إذ ا توسطت لاتزول الكراهة و إنما أرشد و إلى التوسط؛ لانه أقل كرا هة التقدم ."(شامی ج ٢/ ٣٠٥)۔

وفيه أيضاً: (قوله: ويكره تحريماً) صرح به فی الفتح والبحر (قوله: ولوفی التراويح)أفاد أن الكرا هة فی كل ماتشرع فيه جماعة الرجا ل فرض أو نفل ." (شامی ج ١/ ٥٦٥)۔

(۷)۔ **الجواب**: مائک پر اقتدا مفسد صلاۃ ہے چونکہ مائک کی آواز عین آواز متکلم نہیں۔اقتدا امام کی ہوتی ہے نہ کہ مائک کی۔مائک نمازی نہیں اور تلقن عن الخارج پر اقتدا نماز کو فاسد کرتی ہے۔یہی حکم دیگر آلات کا بھی ہوگا۔واضح ہوا کہ گھر پر امام کی اقتدا مائک ومیکروفون کی آواز پر کرنا اقتدا کو فاسد کرتا ہے جس سے مقتدی کی نماز نہیں ہوگی۔

صحت اقتدا کیلئے امام اور مقتدی کے مکان کا متحد ہونا شرط ہے چاہے اتحاد مکان حقیقی ہو یا حکمی ہو،مکان کے حقیقی متحد ہونے کی نظیر یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں ایک ہی مسجد یا ایک ہی گھر میں کھڑے ہوں،اور حکمی متحد ہونے کی مثال یہ ہے کہ امام اور مقتدی اگر چہ دو الگ الگ مقام پر کھڑے ہوں لیکن درمیان میں صفیں متصل ہوں،لہذا صورت مسئولہ میں امام مسجد میں ہے اور مقتدی گھر میں ہے تو گھر میں پڑھنے والے مرد وخواتین چوں کہ دونوں الگ الگ مکان میں ہیں،اس لئے مذکورہ امام کے پیچھے گھر میں پڑھنے والے مرد وخواتین کی تراویح کی نماز درست نہیں ہوگی۔

فتاوی عالمگیری میں ہے : ويجوز اقتداء جار المسجد بامام المسجد وهو فی بيته إذا لم يكن بينه وبين المسجد طريق عام وإ ن كا ن طر يق عا م و لكن سد ته الـصفو ف جا ز الا قتداء لمن فی بيته بإمام المسجد (هند يه ج ١/ ٨٨، الباب الخامس فی بيان مقا م الامام والماموم) ۔

فتاوی شامی میں ہے : والصغری ربط صلا ة المؤ تم با لإ ما م بشر و ط عشرة: نية المؤتم الاقتداء،واتحادمكانهما وصلاتهم۔(قوله:واتحاد مكانهما) فلو اقتدى راجل براكب أو بالعكس أو راكب براكب دابة أخرى لم يصح لاختلا ف المكان؛فلو كاناعلى دابة واحد ة صح لا تحاده كما فى ا لشا مية (الشاميه ج ١ / ٥٤٩/ ٥٥٠، با ب الامامة، ط؛)۔

(۸)۔**الجـــواب**: فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ بلاعذر ناک اور منہ کسی کپڑے وغیرہ سے چھپا کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، البتہ اگر کسی عذر کی وجہ سے نماز میں چہرہ کو ڈھانپ لیا جائے یا ماسک پہنا جائے تو نماز بلا کراہت درست ہوگی؛ لہٰذا موجودہ وقت میں کرونا وائرس سے بچاؤ کی تدبیر کے طور پر جو حکومتی تہدیدات ہیں اس اذیت سے خود کو بچانے کیلئے احتیاطاً ماسک پہن کر نماز پڑھنے سے نماز بلا کرا ہت ادا ہوجائے گی۔البتہ اس سے اجتناب ہی بہتر ہے کیونکہ حدیث میں مذکور ہے کہ کوئی بیماری متعدی نہیں ہوتی ہے:

جیسا کہ درالمختار میں ہے :يكره اشتمال الصماء و الاعتجار والتلثم والتنخم و كل عمل قليل بلاعذر(الدر المختارمع رد المحتا رج ١/ ٦٥٢)۔(قوله: والتلثم) و ہو تغطية ا لأ نف والفم فى الصلاة؛ لأنه يشبه فعل المجوس حال عبادتهم النير ا ن، ز يلعى .و نقل ط عن أ بى السعود: أ نها تحر يمية (ا لد ر ا لمختارمع الردالمحتار ج ١/ ٦٥٢)۔

الأشباہ والنظائر لابن نجیم میں ہے : قواعد: الأولى: الضرورات تبيح ا لمحظورا ت ۔(الاشباه و النظائر ج ١/ ٧٣، دار الكتب العلمية)۔و فيه ا يضا : أن الأ مر اذا ضا ق اتسع، و إذااتسع ضاق۔(الاشباه والنظائر ج ١/ ٧٢ ، ط: دار الكتب

العلمية)۔شرح القواعد الفقهية لأحمد الزرقا میں ہے : (القاعدة السابعة عشر۔(المائده / ۱۸)۔إذا ضاق الامر اتسع " (أولا الشرح) ہذا فی معنی المادة / ۲۱ /:الضرورات تبيح المحظورات،وتمام القاعدةالفقهية،كمافی "مراة المجلة "واذا اتسع ضاق ."وكان فی معنی الشق الثانی منها أنه اذا دعت الضرورۃ والمشقة إلى اتساع الامر فانه يتسع إلى غاية اندفاع الضرورةوالمشقة، فاذا اندفعت وزالت الضرورة الداعية عاد الأمر إلى ما كان عليه قبل نزوله و يقرب منه المادة / ۲۲ /: الضرورة تقدر بقدرها(القاعدة الفقيهه ج۱ / ۱٦۳، ط: دار القلم)۔

(۹)۔**الجـــواب**: بلاضرورت دوشخصوں کے درمیان جگہ کا خالی رکھنا مکروہ تحریمی اورسنت متواترہ کے خلاف ہےاحادیث میں مل کر کھڑے ہونے کی تاکید آئی ہے :

شرح أبي داوٗد للعینی میں ہے: عن أنس قال: قال رسول الله سووا صفوفكم، فإن تسوية الصف من تمام الصلاة ."(أخرجه البخاری،ومسلم، وابن ماجه،وفی رواية: من حُسن الصلاة وعندالسراج من حديث شعبة: قال قتادة: قال أنس: إن من حسن الصلاة:/ إقامة الصف، وفی لفظ: من تمام الصلاة.)۔ثم إن تسوية الصفوف من سنة الصلاة عندأبی حنيفةومالك والشافعی،وزعم ابن حزم أنه فرض، لأن إقامةالصلاة فرض،وما كان من الفرض فهوفرض، قال عليه السلام" ثم إن تسوية الصف من تمام الصلاة ."قلنا:قوله: "فإنه من حسن الصلاة "يدل على أنها ليُست بفرض لأن ذلك أمر زائد على نفس الصلاة، و معنی قوله: "من تمام الصلاة"من تمام كمال الصلاة وہو أيضاً- أمر

زائد، فافهم ."(كتاب ا لصلاة،باب:تفريع أ بواب الصفوف ج ، ٣/ ٢١٨- ٢١٩

، رقم: ٦٤٩، ط: مكتبة الرشد)۔

فتح الباری لابن حجر میں ہے: (قَـوْلُــهُ: بَـابُ إِثْـمِ مَـنْ لَـمْ يُتِـمَّ الـصُّـفُـو فَ)قَـالَ ابـن رَشِيـدٍ:أَوْرَدَفِيــهِ حَـدِيـثَ أَ نَـسٍ مَـا أَ نْـكَـرْ تُ شَيْـئًـا إِلَّا أَنَّـكُـمْ لَا تُـقِيـمُـو نَ ا لـصُّـفُـوفَ،وَتُـعُـقِّـبَ بِـأَنَّ الْـإِ نْـكَا رَ قَدْ يَقَعُ عَلَى تَرْ كِ السُّنَّةِ، فَلَا يَدُلُّ ذَ لِكَ عَلَى حُـصُـو لِ الْـإِ ثْـمِ، وَأُ جِيبَ بِأَنَّهُ لَعَلَّهُ حَمَلَ الْأَمْرَ فِى قَوْ لِهِ تَعَالَى: }فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ { عَـلَى أَنَّ الْمُرَادَ بِا لْأَ مْرِ ا لشَّأْ نُ وَ الْحَا لُ لَا مُجَرَّدُ ا لصِّيغَةِ، فَيَـلْـزَمُ مِـنْـهُ أَنَّ مَـنْ خَـا لَفَ شَيْـئًـا مِنَ ا لْحَا لِ الَّتِى كَانَ عَلَيْهَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّـمَ أَنْ يَـأْثَـمَ؛ لِـمَا يَدُلُّ عَلَيْهِ الْوَعِيدُ الْمَذْكُورُ فِى الْآيَةِ، وَ إِنْكَارُ أَنَسٍ ظَاہِرٌ فِى أَنَّہُمْ خَالَفُوا مَا كَا نُواعَلَيْهِ فِى زَمَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ إِقَامَةِ ا لـصُّـفُـو فِ، فَعَـلَـى ہَـذَا تَسْتَـلْـزِمُ الْـمُخَا لفَة۔ ا لتأ ثيم، ا نْتہى كَلَام ا بن رَشِيدٍ مُلَخَّصًا .وَہُوَ ضَعِيفٌ؛ لِأَنَّهُ يُفْضِى إِلَى أَنْ لَايَبْقَى شَىْءٌ مَسْنُونٌ؛ لِأَنَّ ا لتَّأْ ثِيمَ إِ نَّمَا يَـحْـصُـلُ عَـنْ تَرْ كِ وَا جِبٍ،وَأَمَّا قَوْلُ ابن بَطَّالٍ: إِنَّ تَسْو يَةَ الصُّفُوفِ لَمَّا كَانَتْ مِـنَ السُّـنَـنِ ا لْـمَنْدُ و بِ إِ لَيْہَا ا لَّتِى يَسْتَحِقُّ فَا عِلُہَا ا لْمَدْ حَ عَلَيْہَا دَلَّ عَلَى أَنَّ تَـارِ كَہَـا يَسْتَـحِـقُّ الـذَّمَّ، فَہُوَ مُتَعَقَّبٌ مِنْ جِہَةِ أَنَّهُ لَايَلْزَمُ مِنْ ذَمِّ تَارِكِ السُّنَّةِ أَنْ يَكُونَ آثِمًا،سَلَّمْنَا،لَكِنْ يَرُدُّ عَلَيْهِ ا لتَّعَقُّبُ ا لَّذِ ى قَبْلَهُ، وَ يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ ا لْبُخَارِ ىُّ أَخَـذَ الْوُجُوبَ مِنْ صِيغَةِ الْأَمْرِفِى قَوْلِهِ: "سَوُّوا صُفُو فَكُمْ "،وَمِـنْ عُمُومِ قَوْلِهِ: "صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِى أُصَلِّى "، وَ مِنْ وُ رُودِ الْوَ عِيدِ عَلَى تَرْكِهِ، فَرَجَحَ عِنْدَهُ بِہَذِهِ الْـقَرَائِنِ أَنَّ إِنْكَارَأَنَسٍ إِنَّمَاوَقَعَ عَلَى تَرْكِ الْوَاجِبِ وَ إِنْ كَانَ الْإِ نْكَارُ قَدْ يَقَعُ عَلَى تَـرْكِ السُّـنَـنِ، وَ مَـعَ ا لْـقَـوْلِ بِـأَنَّ التَّسْـوِيَةَوَاجِبَةٌ فَصَلَاةُ مَنْ خَـا لَفَ وَلَمْ يُسَوِّ

صَحِيحَةٌ لِاخْتِلَاف الْجِهَتَيْنِ، وَيُؤَيِّدُ ذَلِكَ أَنَّ أَنَسًا مَعَ إِنْكَارِهِ عَلَيْهِمْ لَمْ يَأْمُرْهُمْ بِإِعَادَةِ الصَّلَاةِ .وَأَفْرَطَ ابن حَزْمٍ، فَجَزَمَ بِالْبُطْلَانِ، وَنَازَعَ مَنِ ادَّعَى الْإِجْمَاعَ عَلَى عَدَمِ الْوُجُوبِ بِمَا صَحَّ عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ ضَرَبَ قَدَمَ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ لِإِقَامَةِ الصَّفِّ، وَبِمَا صَحَّ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ: كَانَ بِلَالٌ يُسَوِّي مَنَاكِبَنَا وَيَضْرِبُ أَقْدَامَنَا فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ:مَاكَانَ عُمَرُ وَبِلَالٌ يَضْرِبَانِ أَحَدًا عَلَى تَرْكِ غَيْرِ الْوَاجِبِ، وَفِيهِ نَظَرٌ لِجَوَازِ أَنَّهُمَا كَانَا يَرَيَانِ التَّعْزِيرَ عَلَى تَرْكِ السُّنَّةِ ."(فتح الباری لابن حجر ج ۲/ ۲۱۰، ط: دار المعرف)۔

حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے : قوله:"فيأمرهم الإمام بذلك" تفريع على الحديث الدال على طلب الموالاة واسم الإشارة راجع إليها ويأمرهم أيضابأن يتراصوا ويسدوا الخلل ويستووامناكبهم وصدورهم كمافى الدر عن الشمنى وفى الفتح ومن سنن الصف التراص فيه والمقاربة بين الصف والصف والاستوائفيه قوله: "استووا" أى فى الصف قوله: "تستو" بحدف الياء جواب الأمر وهذا سر علمه الشارع صلى الله عليه وسلم كما علم أن اختلاف الصف يقتضى اختلاف القلوب قوله:أقيموا الصفوف"أى عدلوهاقوله: "وحاذوا بين المناكب"وردكأن أحدنا يلزق منكبه بمنكب صاحبه وقدمه بقدمه قوله:وسدوا الخلل"أى الفرج روى البزار بإسناد حسن عنه صلى الله عليه وسلم: "من سد فرجة فى الصف غفرله"(باب الإمامة، فصل: فى بيان الأحق بالإمامة،ص:۳۰٦، دار الكتب العلمية)۔

البحرالرائق میں ہے : وَيَنْبَغِي لِلْقَوْمِ إذَاقَامُوا إلَى الصَّلَاةِأَنْ يَتَرَاصُّواوَيَسُدُّواالْخَلَلَ

وَيُسَوُّوا بَيْنَ مَنَاكِبِهِمْ فِي الصُّفُوفِ وَلَا بَأْسَ أَنْ يَأْمُرَهُمُ الْإِمَامُ بِذَلِكَ وَيَنْبَغِي أَنْ يُكْمِلُوا مَا يَلِي الْإِمَامَ مِنَ الصُّفُوفِ، ثُمَّ مَا يَلِي مَا يَلِيهِ وَهَلُمَّ جَرًّا وَإِذَا اسْتَوَى جَانِبَا الْإِمَامِ فَإِنَّهُ يَقُومُ الْجَائِي عَنْ يَمِينِهِ، وَإِنْ تَرَجَّحَ الْيَمِينُ فَإِنَّهُ يَقُومُ عَنْ يَسَارِهِ وَإِنْ وَجَدَ فِي الصَّفِّ فُرْجَةً سَدَّهَا وَإِلَّا فَيَنْتَظِرُ حَتَّى يَجِيءَ آخَرُ كَمَا قَدَّمْنَاهُ،وَفِي فَتْحِ الْقَدِيرِوَرَوَى أَبُو دَاوُد وَالْإِمَامُ أَحْمَدُ و ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَقِيمُوا الصُّفُوفَ وَحَاذُوا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ وَسُدُّوا الْخَلَلَ وَلِينُوا بِأَيْدِي إِخْوَانِكُمْ وَلَا تَذَرُوافُرُجَاتٍ لِلشَّيْطَانِ وَمَنْ وَصَلَ صَفًّاوَصَلَهُ اللَّهُ وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللَّهُ «وَرَوَى الْبَزَّارُ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ سَدَّ فُرْجَةً فِي الصَّفِّ غُفِرَ لَهُ « وَفِي أَبِي دَاوُد عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »خِيَارُكُمْ أَلْيَنُكُمْ مَنَاكِبَ فِي الصَّلَاةِ« وَبِهَذَا يُعْلَمُ جَهْلُ مَنْ يَسْتَمْسِكُ عِنْدَدُخُولِ دَاخِلٍ بِجَنْبِهِ فِي الصَّفِّ وَيَظُنُّ أَنَّ فَسْحَهُ لَهُ رِيَاءٌ بِسَبَبِ أَنَّهُ يَتَحَرَّكُ لِأَجْلِهِ بَلْ ذَلِكَ إعَانَةٌ لَهُ عَلَى إدْرَاكِ الْفَضِيلَةِ وَإِقَامَةٌ لِسَدِّ الْفُرُجَاتِ الْمَأْمُورِ بِهَا فِي الصَّفِّ وَالْأَحَادِيثُ فِي هَذَا كَثِيرَةٌ شَهِيرَةٌ (بَابُ الْإِمَامَةِ، وُقُوف الْمَأْمُومِينَ فِي الصَّلَاة خَلْف الْإِمَام، ج ١/ ٣٧٥، دار الكتاب **الإسلامی**) ۔

مشکوۃ شریف میں ہے : عَنْ أَنَسٍ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللہ صَلَّى الله عَلَيْه وَسَلَّمَ: رَصُّوْاصُفُوْفَكُمْ وَقَارِبُوْ بَيْنَهَا، وَحَاذُوْ بِالْأَعْنَاقِ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِه إِنِّيْ لَأَرَىٰ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ مِنْ خُلَلِ الصَّفِّ كَأَنَّهَا الْحَذَفُ .(رواه أبوداؤد)۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی صفیں ملی ہو ئی رکھو(یعنی آپس میں خوب ملکر کھڑے ہو)اورصفوں کے درمیان قرب رکھو(یعنی آپس میں خوب ملکر کھڑے ہو)اورصفوں کے درمیان قرب رکھو(یعنی دوصفوں کے درمیان اس قدر فاصلہ نہ ہوکہ ایک

صف اور کھڑی ہو سکے) نیز اپنی گردنیں برابر رکھو (یعنی صف میں تم میں سے کوئی بلند جگہ پر کھڑا نہ ہو، بلکہ ہموار جگہ پر کھڑا ہوتا کہ سب کی گردنیں برابر رہیں) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں شیطان کو بکری کے کالے بچے کی طرح تمہاری صفوں کی کشادگی میں گھستے دیکھتا ہوں۔

فتاوی شامی میں ہے : (ویمنع من الا قتداء) صف من ا لنساء بلا حائل قدر ذراع أو ارتفا عهن قدرقامة الرجل،مفتاح السعا دة أو(طريق تجرى فيه عجلة)آلة يجر ها ا لثو ر (أو نهرتجرى فيه السفن)ولوزورقًا ولو فى المسجد (أوخلاء)أى فضاء(فى الصحراء) أو فى مسجد كبير جدًا كمسجد القدس(يسع صفين) فأكثر إلا إذا ا تصلت ا لصفو ف فيصح مطلقًا .(قوله:تجرى فيه عجلة) أى تمر و به عبر فى بعض النسخ .والعجلة بفتحتين .وفى الدرر:هوالذ ى تجر ى فيه العجلة و الأ وقار اه و هو جمع وقر بالقاف .قال فى المغرب: وأكثر استعماله فى حمل ا لبغل أ و الحمار كالوسق فى حمل البعير (قوله: أونهرتجرى فيه السفن) أى يمكن ذلك، ومثله يقال فى قوله: تمر فيه عجلة ط .وأما البركة أو ا لحوض،فإن كان بحال لو وقعت ا لنجاستةفى جانب تنجس الجانب الآخر، لايمنع وإلا منع، كذا ذكره ا لصفار إسماعيل عن المحيط .وحا صله: أ ن الحوض الكبير المذ كور فى كتاب ا لطها رة يمنع أى ما لم تتصل ا لصفو ف حو له كما يأتى (قوله ولو (زورقًا)) بتقديم الزاى: السفينةالصغيرة،كمافى القاموس وفى الملتقط:إذاكان كأضيق الطر يق يمنع، و إن بحيث لايكون طر يق مثله لا يمنع سواء كان فيه ما ء أو لا(قوله:ولوفى المسجد) صر ح به فى الدرر والخانية وغيرهما (قوله: أوخلاء) بالمد:المكان الذى لا شىء به قاموس ."

(شامی ج ١/٥٨٤/٥٨٥، باب الإمامة، کتاب الصلاة، ط: سعید)

البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے: وینبغی للقوم إذاقاموا إلی الصلا ةأن یتراصواویسدواالخلل ویسووا بین مناکبہم فی الصفوف، ولا بأ س أ ن یأمر ہم الإمام بذلك، و ینبغی أن یکملواما یلی الإمام من الصفوف،ثم ما یلی ما یلیه، وہلمّ جرًّا،وإذااستوی جانبا الإمام فإ نه یقو م ا لجا ئی عن یمینه، وإن تر جح الیمین فإنه یقوم عن یساره، وإن وجد فی الصف فرجه سدّہا، وإلا فینتظر حتی یجیء آخر کما قدمناه، وفی فتح القدیر: وروی أ بوداود والإمام أحمد عن ابن عمر أنه قال: أقیموا الصفوف وحاذوا بین المناکب وسدوا الخلل ولینوا بأیدیکم(بأیدی)إخوانکم لاتذروا فرجات للشیطان، من و صل صفًا وصله الله، و من قطع صفًا قطعه الله .وروی البزاربإسناد حسن عنه من سدّفرجةً فی الصفّ غفر له .و فی أبی داود عنه: قال: خیارکم أ لینکم مناکب فی الصلاة ."(البحرالرائق شرح کنز الدقائق ج ١ / ٣٧٥)

لیکن موجودہ حالات میں حکومت کی جانب سے جومل کرنماز پڑھنے پرمقدمہ۔ جرمانہ۔جیل اوراذیت رسانی کے تہدیدات ہیں بقدرضرورت فاصلہ رکھنے پر بلا کراہت نماز ہوجائے گی جیسا کہ دوستون کے درمیان بلاضرورت نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے مگرضرورتا نماز بلا کراہت ادا ہوجاتی ہے جیسا کہ حضورصدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فتاوی امجدیہ میں فرماتے ہیں کہ: بلاضرورت مقتدیوں کو دَروں میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کہ قطع صف ہے،اور قطع صف ممنوع ،حدیث میں ارشاد فرمایا: جس نے صف کو ملایا،اللہ تعالیٰ اسے ملائیگا اورجس نے صف کو قطع کیا؛ اللہ تعالی اسے قطع کرے گا(سُنن ابوداود/ :٦٦٦ بحوالہ فتاویٰ امجدیہ ج١/ :١٦٣) مزید فرماتے ہیں کہ"دَروں میں کھڑے نہ ہوں کہ مکروہ

ہے ہاں! اگر مُصلّیو ں (یعنی نمازیوں) کی کثرت ہے کہ مسجد بھر گئی اور آدمی باقی رہیں تو دَروں میں کھڑے ہوں کہ یہ کھڑا ہونا بضرورت ہے اور مواضع ضرورت مستثنیٰ ہیں، دَر خارج مسجد نہیں ہے اس میں کھڑا ہونا اس وجہ سے مکروہ وممنوع ہے کہ صف قطع ہوتی ہے اور یہ ممنوع ہے۔ امام کو دَر میں کھڑا ہونا خلاف سنّت ہے اور نماز ہو جائیگی (فتاویٰ امجدیہ، جلد ا، ص:۱۷۴)۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ الاکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔

....

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

(خلیفئہ حضور تاج الشریعہ و محدث کبیر و خادم فخر ازہر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی ہاسپیٹ وجے نگر –وڈو– کمپلی بلاری و گنتکل آندھرا پردیش و مدرس و شیخ الحدیث مدرسہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ جامعۃ البنات ولاء روڈ سنتے پیٹ و ناظم نشرو اشاعت آل کرناٹکا سنی علماء بورڈ کرناٹک الہند)

۹۔ تراویح کی جماعت میں مقتدی کی تلاوت کا حکم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ھذا کے متعلق کہ کئی مقامات پر دیکھا گیا ہے کہ رمضان المبارک میں دوران تراویح جو حافظ صاحب پڑھ رہے ہوتے ہیں سامع بھی پڑھ رہا ہوتا ہے لیکن اس کے فقط لب ہل رہے ہوتے ہیں آواز سنائی نہیں دیتی نہ اسے نہ اس کے غیر کو تو ارشاد فرمائیں کہ اس میں کچھ خلل تو نہیں:

المستفتی: بلال احمد شاہ ہاشمی ضلع اٹک پنجاب پاکستان فون نمبر۔3155870158:--

باسمه تعالى عز و جل بتوفيق الله الملك الوهاب وهو المعين والمستعان

الجواب نمبرا: صورت مذکورہ مسئولہ میں یہ ہے کہ نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوگا البتہ یہ فعل نادرست قرار پائے گا کیوں کہ مقتدی کو چپ رہنے اور غور سے سننے کا حکم ہے تو قرآت میں زبان کو حرکت دینا توجہ کاملہ اور سماعت کے منافی ہوگا۔ **ارشاد باری تعالیٰ ہے:** و إذا قرء القران فاستمعواُ له وأ نصتواُ لعلكم ترحمون (الاعراف:۷: ۲۰٤) اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

مشکوۃ میں ہے: هل قرا معی احدمنکم انفافقال رجل نعم يارسول الله صلى الله عليه و آله وسلم،قال انى اقول مالى انازع القر آن قال فانتهى الناس عن القراة مع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فيما جهرفيه،بالقراة عن الصلوة حين سمعوا ذلك من رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: (مالك، احمد، ابو داؤد، ترمذی، نسا ئی، ابن ماجه، بحواله مشكوٰة: ۸۱) ۔ابھی ابھی تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قرآن پڑھا ایک شخص نے عرض کی جی ہاں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،

فرمایا میں کہہ رہا تھا میرے ساتھ قرآن میں جھگڑا کیوں ہو رہا ہے؟ کہا اس کے بعد جب لوگوں نے یہ بات جہری نمازوں کے بارے میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن لی تو قرآت خلف الامام ترک کر دی۔

مشکواۃ میں ہے : ان المصلى يناجى ربه و لا يجهر بعضكم على بعض بالقرآن: (احمد بن حنبل، بحواله مشكوٰة: ۸۱) نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں کوئی آواز سے قرآن نہ پڑھے۔

وایضا: انما جعل الامام ليوتم به فاذا كبر فكبروا و اذا قرا فانصتوا(ابو داؤد، نسائى، ابن ماجه، بحواله مشكوٰة: ۸۱)۔امام صرف اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ پھر جب تکبیر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو، اور جب قرآن پڑھے تو خاموش رہو۔

وایضا: فثقلت عليه القرائة، فلما فرغ قال لعلكم تقرؤن خلف امامكم قلنا نعم يا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، قال لا تفعلوا (مشكواة / ۸۱)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن پڑھنا دشوار ہو گیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا، شاید تم لوگ اپنے امام کے پیچھے قرآن پڑھتے ہو؟ ہم نے عرض کی جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فرمایا ایسا مت کرو۔

مسلم میں ہے : قال النبى صلى الله عليه وسلم: إذا صليتم فأقيموا صفوفكم،ثم ليومكم أحدكم فإذا كبر فكبروا، فإذا قال:غير المغضوب عليهم ولا الضالين،فقولوا: آمين -وعن قتادة وإذا قرأ فأنصتوا (مسلم/ رقم: ٤٠٤، دار إحياء التراث العربى)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اپنی صفوں کو درست کر لو، پھر تم میں سے کوئی امامت کرے، جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ

''غير المغضوب عليهم و لا الضّالين'' کہےتوتم آمین کہواورقتادہ سے یہ زیادتی بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نےفرمایا کہ جب(امام)قرأت کرےتوتم خاموش رہو۔

عن أبی ہریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال:إنما جعل الإمام لیوتم به، فإذا کبر، فکبروا و إذا قرأ فأنصتوا(ابن ماجة: رقم:٨٤٦، دارا لفکر) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: بلاشبہ امام بنایا گیاہے؛ تاکہ اس کی اقتداء کی جائے، جب وہ تکبیر کہےتو تم بھی تکبیر کہواور جب وہ قرأت کرےتو تم خاموش رہو۔

عن جابر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من کان له إمام فقر اء ة الإمام له قراءة (موطأ الإمام محمد: رقم: ١٢٥، دار إحیاء التراث العربی). حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نیارشادفرمایا:جس شخص کے لئے امام ہوتو امام کی قرائت اس کے لئے کافی ہوگی (یعنی اس کوعلیٰحدہ سے قراءت کرنے کی ضرورت نہیں)۔

عن أبی موسیٰ قال: علمنا رسول الله صلی الله علیه و سلم: إذا قمتم إلی الصلاة فلیومکم أحدکم، وإذا قرأ الإمام فأنصتوا(مسند احمد رقم:١٩٢٨٤، دارإحیاء التراث العربی). حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم کورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نےسکھایاہے کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہوجاؤ توتم میں سےکوئی نماز پڑھائے اور جب امام قرأت کرےتوتم خاموش رہو۔ **آثار کےتحت ہے:** قال(عبدالرحمن بن زید)أخبرنی أشیاخنا أن علیارضی الله عنه قال:من قرأ خلف الإمام فلا صلاة له : قال: و أخبرنی موسیٰ بن عقبة: أن رسول الله صلی الله علیه وسلم وأبو بکر و عمر و عثمان کانوا ینہون عن القرآة خلف الإمام(مصنف عبدالرزاق: رقم:٢٨١٠،

المكتب الإسلامي، بيروت) ۔ عبدالرحمٰن بن زید کہتے ہیں کہ: ہمارے مشائخ نے خبر دی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کی نماز ہی نہیں، اور موسیٰ بن عقبہ نے مجھے خبر دی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر وعثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین، امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے تھے۔

وكان عبد الله بن عمر لا يقرأ خلف الإمام (موطأ الإمام محمد: ۹۹)۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

أدركت سبعين بدريا كلهم يمنعون ا لمقتدى عن القراء ة خلف الإمام (روح المعانى ج:۹/ ۱۵۲) ۔ امام شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ستر بدری صحابہ کو پایا ہے اور یہ سب کے سب مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے۔

ابن ابی شیبہ میں ہے : عن جابر رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال كل من كا ن له امام فقرائته له قرائة (ابن ابى شيبه باب من كره القرائة خلف الاما م جلد نمبر ۱ صفحه ٤١٤)۔ اور یہ حدیث امام بخاری اور مسلم رحمہ اللہ کی شرائط کے مطابق ہے :

شرح معانی الآثار ہے : عن جابربن عبدالله رضى الله عنه ان النبى صلى الله عليه و سلم قال من كان له امام فقرائة الامام له قرائة (شرح معانى الآثار، باب القرأخلف الا مام جلد ۱ صفحه ۱۵۹)

المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ میں ہے : عن جابر رضى الله عنه قال قال رسو ل الله صلى الله عليه و سلم من كان له امام فقرائة الامام له قرائة (المطا لب العاليه بزوائد المسانيد الثمانية با ب ترك القرائة خلف الامام جلد: ۲ صفحه

۲۱٦)۔اور یہ حدیث امام بخاری اور مسلم رحمہ اللہ کی شرائط کے مطابق ہے : ان عبارت سے معلوم ہوا کہ امام کی قرآت ہی مقتدی کی قرآت ہے۔

شرح معانی الآثار میں ہے : عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قا ل من صلی رکعةفلم یقرأفیهابام القر آن فلم یصل الا وراء الامام(شرح معا نی الآثار باب قرائة خلف الامام جلد نمبر ۱ صفحه ۱٥۹)۔ حضرت جابر فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے ایک رکعت نماز پڑھی اوراس میں ام القرآن یعنی فاتحہ کو نہیں پڑھا اس کی گویا نماز ہی نہیں۔لیکن اگر امام کے پیچھے ہو تو پھر اس شخص کو فاتحہ پڑھنے کی حاجت نہیں۔

الفوائد میں ہے : سمعت رسول الله و هو یقول من صلی صلاة لم یقرأ فیها بفاتحة الکتا ب فلم یصل الا ورائاالامام (الفوائد لا بن منده جلد ۲ صفحه ۱۳۳)۔ جس شخص نے نماز پڑھی اوراس میں فاتحۃ الکتاب کو نہ پڑھا گویااس نے نماز کو نہیں پڑھا الا یہ کہ امام کے پیچھے ہو معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے فاتحۃ الکتاب پڑھنا ضروری نہیں۔

القرائۃ خلف الامام میں ہے : من صلی صلاة لم یقراء فیها بفاتحة الکتاب فلم یصل الاوراء الامام (کتاب القرائة خلف الامام صفحه ۱۳٦) جس شخص نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہوتی الا یہ کہ وہ شخص امام کے پیچھے ہو۔

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:(والمؤتم لا یقرأ مطلقاً) ولا الفاتحة .(فإن قرأ کره تحریماً) وتصح فی الأ صحالخ (باب صفة الصلاة، مطلب السنة تکون سنة عین و سنة کفایة''(تنویرالابصار ج ۱ /٥٤٤ ، ط: سعید) مقتدی مطلقا قرآت نہ کرے (نہ آیت کی) نہ سورۂ فاتحہ کی اگر قرآت کیا تو مکروہ تحریمی ہوگا اوراصح قول کی بنیاد پر نماز ہوجائے گی۔

درمختار میں ہے : والموتم لایقرأمطلقا ولا الفاتحة فی السریة اتفاقا، فإن قرأ کره تحریما(الدر مع الرد: ج۲/۲٦٦،کتاب الصّلاة، باب صفة الصلاة)۔ **مقتدی کوامام** کے پیچھے سری جہری کسی بھی نماز میں قرأت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ان عبارات سے واضح ہوا کہ جب قرآت ہو مقتدی غور سے سماعت کرے اور خموش رہے تا کہ وہ رحم کے مستحق ہو مقتدی کا سننا اور چپ رہنا واجب ہے جو آیت بینہ سے ثابت ہے۔

درمختار مع **ردالمحتار میں ہے**: فی افتراض الانصات) عبربالافتراض تبعا للهدایةوعبر فی النهر بالوجوب قال ط: وہو الأولی، لان ترکه مکروه تحریما : فروع فی القرائة خارج الصلاة قوله (یجب الاستماع للقرائةمطلقا)أی فی الصلاة وخارجها، لان الآیة وإن کانت واردة فی الصلاة علی ما مر فالعبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب، ثم ہذا حیث لا عذر (درمختار مع رد المحتار ج ۱ /٥٨٨)

(قوله وینصت اذا أسر) وکذا إذا جهر بالاولی .قال فی البحر: وحاصل الایة أن المطلوب بها أمران الاستماع والسکوت، فیعمل بکل منهما، والاول یخص الجهریة، والثانی لا فیجری علی اطلاقه فیجب السکوت عندالقرائة مطلقا اه (رد المحتار علی الدر المختار « کتاب الصلاة « فصل فی القرائة ج ١ /٥٤٥)
امام کی قرآت ہی مقتدی قرآت ہے یعنی امام کی قرآت ہی مقتدی کے لئے کافی ہے الگ سے قرآت کرنی کی مقتدی کو حاجت نہیں امام کے پیچھے قرآت مطلقا نہ کرے نہ آیت کی نہ سورۂ فاتحہ کی اگر کرے گا تو اس قرآت کرنا مکروہ تحریمی ہوگا البتہ اصح قول کی بنیاد پر نماز ہوجائے گی۔

فقہائے کرام کے سری وجہری کی تعریفات سے واضح ہوتا ہے کہ سری قرأت کا اطلاق اتنی آواز پر ہوتا ہے جس کو امام خود سن سکے یا اس کے بالکل قریب ایک، دو آدمی سن سکیں، جب کہ جہری قرأت کا اطلاق اس

قرأت پر ہوتا ہے جوکم ازکم اتنی آواز سے ہو جس کو وہ لوگ بھی سن سکیں جو امام کے بالکل قریب نہ ہوں مثلاً کم ازکم پہلی صف والے نمازی سن سکیں جیسا کہ درمختار میں ہے۔

(و)أدنـى (الـجهر إسماع غيره و) أدنى (المخافتة إسماع نفسه) ومن بقربه؛ فلو سـمـع رجـل أو رجـلان فـلـيس بجهر والجهر أن يسمع الكل خلاصة (ويجر ى ذلك) الـمـذكـور (فـى كـل ما يتعلق بنطق، كتسمية على ذبيحة ووجوب سجدة تـلاو ـة وعتـاق وطـلاق واستثـنـا ء) وغيرہا(قوله:وأدنى الجهر إسماع غيره إلخ) اعـلـم أنهـم اختـلفوا فى حدوجود القرا ئة على ثلاثة أقوال، فشرط الهند وانى و الـفـضلى لوجودہا خروج صوت يصل إلى أذنه،وبه قال الشافعى .وشرط بشر المريسى و أحمد خروج الصو ت من الفم و إن لم يصل إلى أذنه، لكن بشرط كـونـه مسـمـوعـاً فـى الـجـمـلة، حتى لو أدنى أحد صماخه إلى فيه يسمع و لـم يشتـرط الـكـرخى و أبوبكر البلخى السماع،واكتفيابتصحيح الحر وف .واختار شيخ الإسلام وقاضى خا ن وصاحب المحيط والحلوانى قول الهندوانى، وكذا فى معراج الدراية .و نـقـل فـى المجتبى عن الهندوانى أنه لا يجزيه مالم تسمع أذنـاه ومـن بـقـربـه، و ہذا لايخالف ما مر عن الهندوانى لأن ماكان مسموعاً له يـكـون مسـموعاً لمن فى قربه، كما فى الحلية و البحرثم إنه اختار فى الفتح أن قـول الهـنـدوا نـى وبشرمتحدان بناء على أن الظاہر سماعه بعد وجود الصوت إذا لـم يـكـن مـانـع،وذكـر فـى البـحـر تبعاً للحلية أنه خلاف الظاہر، بل الأقوال ثـلاثة،وأيـد الـعـلامة خيـر الدين الرملى فى فتاواه كلام الفتح بما لا مزيد عليه، فارجع إليه .وذكـر أن كلًّا من قولى الهندوانى والكرخى مصححان،وأن ماقاله الهـنـد وانى أصح و أرجح لاعتماد أكثر علما ئنا عليه وبماقررناه ظہر لك أن ما

ذکر ہنا فی تعریف الجہر و المخافتۃ، و مثلہ فی سہو المنیۃ و غیرہ مبنی علی قول الہندوانی؛ لأن أدنی الحد الذی توجد فیہ القرائۃ عندہ خروج صوت یصل إلی أذنہ أی ولو حکماً .کما لو کان ہنا ک مانع من صمم أو جلبۃ أصوات أو نحو ذلك،وہذامعنی قولہ أدنی المخا فتۃ إسماع نفسہ،وقولہ: "ومن بقربہ" تصریح باللازم عادۃً کما مر .و فی القہستانی وغیرہ:أو من بقربہ ب "أو"، وہوأوضح،ویبتنی علی ذلك أن أدنی الجہر إسماع غیرہ: أی ممن لم یکن بقربہ بقرینۃ المقابلۃ، و لذا قال فی الخلاصۃ والخانیۃعن الجامع الصغیر إن الإمام إذا قرأ فی صلاۃ المخافتۃ بحیث سمع رجل أو رجلان لایکون جہراً،والجہرأن یسمع الکل اہ أی کل الصف الأول لا کل المصلین: بدلیل ما فی القہستانی عن المسعودیۃإن جہر الإمام إسماع الصف الأول .اہ.و بہ علم أنہ لا إشکال فی کلام الخلا صۃ وأنہ لاینافی کلام الہندوانی، بل ہو مفرع علیہ بدلیل أنہ فی المعراج نقلہ عن الفضلی ، وقد علمت أن الفضلی قائل بقول الہندوانی .فقد ظہر بہذا أن أدنی المخافتۃ إسماع نفسہ أو من بقربہ من رجل أو رجلین مثلًا، وأعلاہا تصحیح الحروف کما ہو مذہب الکرخی، ولاتعتبر ہنا فی الأصح .و أدنی الجہر إسماع غیرہ ممن لیس بقربہ کأہل الصف الأول،وأعلاہ لاحد لہ،فافہم واغنم تحریرہذاالمقام، فقد اضطرب فیہ کثیر من الأفہام، (قولہ: و یجری ذلك المذکور) یعنی کون أدنی ما یتحقق بہ الکلام إسماع نفسہ أو من بقربہ (الدر المختار مع رد المحتار ج ١/ ٥٣٤)۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآت سریہ کا کم سے کم اتنی آواز پر اطلاق ہوتا ہے جس کو خود سن سکیا ور جہاں بالکلیہ آواز ہی نہ ہوتو اس پر قرآت کا اطلاق نہیں ہوگا جیسا کہ آمین سے متعلق ایک سوال کے جواب میں امام اہلسنت

امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ: اور اگر آواز اصلاً پیدا نہ ہوئی تو صرف زبان ہلی تو وہ پڑھنا پڑھنا نہ ہوگا (فتاوی رضویہ ج ۶/۳۴۷)۔ تو زبان کا ہلانا مکروہ تحریمی بھی قرار نہیں پائے گا اور جب اصح قول کی بنیاد پر قرآت کرنے کے باوجود نماز ہو جاتی ہے تو جو قرآت ہی نہیں ہے اس سے نماز میں کیا خلل واقع ہوگی البتہ توجہ کاملہ اور سماعت کاملہ میں مخل ہوگا اس لئے ایسا کرنے سے اجتناب کرنا ضروری ہے: فقط والله تعالی اعلم ورسوله الاکرم صلی الله علیه وسلم:

....

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

(خلیفئہ حضور تاج الشریعہ و محدث کبیر و خادم فخر ازہر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی ہاسپیٹ وجے نگر –وڈو– کمپلی بلاری و گنتکل آندھرا پردیش و مدرس و شیخ الحدیث مدرسہ حضرت خدیجة الکبریٰ جامعة البنات ولاء روڈ سنتے پیٹ و ناظم نشرو اشاعت آل کرناٹکا سنی علماء بورڈ کرناٹك الهند)

۱۰۔ روزے کی حالت میں الٹرا ساؤنڈ کے لئے پی نیے کا حکم۔

حضور والا کی بارگاہ میں ایک سوال عرض ہے جواب عنایت فرمائیں سوال یہ ہے کہ روزے کی حالت میں اگر الٹرا ساؤنڈ کرانا پڑے تو اس کے لئے پانی پینا ضروری ہوتا ہے ایسے میں پانی پینے سے روزہ ٹوٹ جائیگا سوال یہ ہے کہ اس روزے کو ادا کیسے کیا جائیگا کیا اس روزے کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا یا اس روزہ کے بدلے روزہ رکھنا پڑے گا جواب عنایت فرمائیں عین کرم نوازش ہوگی۔ الفقیر محمد اختر رضا قادری سیوان ممبر آف گروپ یا رسول اللہ (ﷺ)۔

الجــــواب : عون اللــه الـملك الـوهـاب: اللهم هداية الحق و الصواب :

الٹرا ساؤنڈ کروانے سے ایکسرے، ایم، ئی، آر، سٹی اسکین، ای سی جی، ایٹ ٹی وغیرہ کروانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے: ان ٹیسٹوں میں مشروبات کا استعمال اس کا لازمی حصہ نہیں ہے: البتہ اگر ماہر ڈاکٹر اس کیلئے مشروبات کے استعمال کا حکم دیتا ہے اور نہ کرانے سے ضرر کا ظن غالب ہے تو روزہ کی حالت میں بھی کرا سکتا ہے بعد میں اس روزہ کی فقط قضا لازم ہوگی اسی طرح روزہ اس روز نہ رکھ کر بھی کرا سکتا ہے بعد میں قضا ہی کرنی ہوگی۔ جہاں تک میں نے میڈیکل دیکھا تو پایا کہ مشروبات کا استعمال انس ٹیسٹ کا لازمی حصہ نہیں ہے۔ اس لئے تینوں صورت بیان کر دیا گیا۔ فقط والله اعلم ورسوله الاكرم صلى الله عليه وسلم ۔

....

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

(خلیفئہ حضور تاج الشریعہ و محدث کبیر و خادم فخر ازہر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی ہاسپیٹ وجے نگر –وڈو– کمپلی بلاری و گنتکل آندھرا پردیش و مدرس و شیخ الحدیث مدرسہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ جامعۃ البنات ولاء روڈ سنتے پیٹ و ناظم نشرو اشاعت آل کرناٹکا سنی علماء بورڈ کرناٹك الهند)

۱۱۔ فطرہ کومکتب میں لگانا کیسا ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ فطرہ کومکتب میں لگانا کیسا ہے بحوالا جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی: سائل: محمد تہذیب نوری۔

الجـــواب: بعون الله الملك الوهاب :زکواۃ وصدقہ واجبہ کے مصارف ایک ہی ہیں۔ مکتب و مدرسہ میں ڈائریکٹ لگانا جائز نہیں۔ چونکہ کہ اس کی ادائیگی کیلئے تملیک شرط ہے۔ جو مدارس و مکاتب میں نہیں پایا جاتا البتہ حیلہ شرعی کے بعد لگانا جائز ہوگا: جس مکتب میں زکوۃ ودیگر صدقات واجبہ کا مصرف نہ ہو، اس میں زکوۃ ،فطرہ ودیگر صدقات واجبہ دینا اور مدرسہ والوں کا وصول کرنا ہی صحیح نہیں ہے؛ حیلہ شرعی ضرورت شرعی کے باعث ہوتا ہے اور مکتب میں اس کی ضرورت نہیں: قد تقرر عند الفقهاء أن نص الواقف كنص الشارع وأن مراعاة غرض الواقفين واجبة كذا فى عامة كتب الفقه والفتاوى، وقال الله تعالى: إنما الصدقت للفقراء والمساكين الآية (سورة التوبة: ٦٠)، ولا إلى غنى يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أى مال كان الخ،......ولا إلى بنى هاشم الخ (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف،ج ٣: ٢٩٥-٢٩٢، ط: مكتبة زكريا ديوبند)، يصرف المزكى إلى كلهم أو إلى بعضهم،ويشترط أن يكون الصرف تمليكا،لا يصرف إلى بناء نحو مسجد (المصدر السابق،، ص:١٩٢)، قوله:''نحو مسجد'':كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد وكل ما لا تمليك فيه- زيلعى (رد المحتار)، ومثله فى مجمع الأنهر (كتاب الزكاة، ١:٧٢٣،٨٢٣، ط:دار الكتب العلمية، بيروت)، حيث

قال:ولاتدفع الزكوة لبناء مسجد؛لأن التمليك شرط فيها ولم يوجد، وكذا بناء القناطير وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج وكل ما لا تمليك فيه اه، وهنا الوكيل إنما يستفيد التصرف من الموكل وقد أمره بالدفع إلى فلان فلا يملك الدفع إلى غيره كما لو أوصى لزيد بكذا ليس للوصى الدفع إلى غيره (رد المحتار، كتاب الزكاةج ۹۸۱/۳ط مكتبة زكريا ديوبند)، وفيها - أى فى اليتيمة - سئل عمر الحافظ عن رجل دفع إلى الآخر مالاً، فقال له: ''هذا زكاة مالى فادفعها إلى فلان''، فدفعها الوكيل إلى آخر هل يضمن؟ فقال: نعم، له التعيين (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكوة،الفصل التاسع فى المسائل المتعلقة بمعطى الزكاة، ۳: ۹۲۲ط مكتبة زكريا ديوبند)۔والله تعالىٰ اعلم ورسوله الاكرم صلى الله عليه و سلم۔

....

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

(خلیفئہ حضور تاج الشریعہ و محدث کبیر و خادم فخر ازہر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی ھاسپیٹ وجے نگر –وڈو– کمپلی بلاری و گنتکل آندھرا پردیش و مدرس و شیخ الحدیث مدرسہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ جامعۃ البنات ولاء روڈ سنتے پیٹ و ناظم نشرو اشاعت آل کرناٹکا سنی علماء بورڈ کرناٹك الھند)

۱۲۔ روزہ کی حالت میں سرمہ لگانا شرعا کیسا ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ روزے کی حالت میں آنکھوں میں سرمہ لگانا یا دوائی ڈالنا شرعا کیسا ہے اس سے روزہ فاسد ہوگا یانہیں ہوگا مدلل جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔المستفتیہ۔آمنہ کوثر رئیسۃ المعلمات حضرت خدیجۃ الکبری جامعۃ البنات ہاسن کرناٹک۔

الجــواب :عون الله الملك الوہاب: اللہم ہداية الحق و الصواب :روزہ کی حالت میں سرمہ لگانا یا آنکھ میں دوا ڈالنا مفسد صوم نہیں ہے؛ اس لئے کہ آنکھ اور حلق سے براہ راست پیٹ تک پہونچنے والا کوئی ایسا راستہ نہیں ہے واضح ہوا کہ حلق میں کوئی منفذ نہیں ہے اور حلق میں جو سرمہ یا دوا کا اثر محسوس ہوتا ہے وہ باریک رگوں کے واسطہ سے ہے اور ایسا اثر روزہ کے لئے مانع نہیں ہے۔

ولانه لاينفذ من العين إلى الجوف ولا إلى الدماغ، وما وجد من طعمه فذلك اثره لا عينه، وإنه لايفسد الخ۔ (بدائع الصنائع ج ٢/ ٨٦٢ زكريا، شامی ٣/ ٧٦٣ زكريا، البناية شرح الهداية / باب ما يوجب القضاء والكفارة ج ٤/ ١٤) فقط والله تعالىٰ اعلم و رسوله الاكرم صلى الله عليه وسلم۔

محمد مقصود عالم فرحت ضيائی

(خلیفئہ حضور تاج الشریعہ و محدث کبیر و خادم فخر ازھر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی ھاسپیٹ وجے نگر –وڈو– کمپلی بلاری و گنتکل آندھرا پردیش و مدرس و شیخ الحدیث مدرسہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ جامعۃ البنات ولاء روڈ سنتے پیٹ و ناظم نشرو اشاعت آل کرناٹکا سنی علماء بورڈ کرناٹك الھند)

۱۳۔ روزہ میں آنکھ، کان، ناک میں دوا ڈالنا شرعا کیسا ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کہ آنکھ میں دوا ڈالنے اور انجکشن وگلوکوز لگوانے سے روزہ ٹوٹے گا۔یا۔نہیں ٹوٹے گا (۱) بعض مفتیوں نے ناک میں دوا ڈالنے اور کان میں دوا ڈالنے کو مفسد صوم فرمایا ہے، شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ آنکھ میں سے ایک راستہ ناک کو بھی کھلتا ہے، اس لئے دونوں کا حکم ایک ہی رکھا گیا ہے؛ کیوں کہ آنکھ کی دوا ناک میں پہنچنے کا امکان ہے، اور جب ناک میں جانے کا امکان ہے تو پھر حلق میں جانے کا ظن غالب ہے۔ (یہی سبب ہے کہ اسی راستے کے ذریعہ زیادہ رونے پر آنکھ کے آنسو ناک سے بھی نکلنے لگتے ہیں) اس اعتبار سے تو روزہ کو فاسد ہی ہونا چاہئے (۲) اسی طرح انجکشن اور گلوکوز کا حکم بھی واضح فرمادیں کہ اس سے روزہ فاسد ہوگا کہ نہیں ہوگا، مفصل تحریر فرما کر شکرگزاری کا موقع دیں عیں نوازش ہوگی۔ المستفتیہ: آمنہ کوثر رئیسۃ المعلمات حضرت خدیجۃ الکبری جامعۃ البنات ہاسن کرناٹک۔

الجــواب: بعون الله الملك الوهاب :صورت مذکورہ مسئولہ میں اول اس ضابطہ کو ذہن میں رکھا جائے کہ فقہائے کرام نے قرآن واحادیث کے تمام نصوص کو سامنے رکھ کر روزہ ٹوٹنے کا مدار دو چیزوں پر رکھا ہے :(۱) صورت افطار:- یعنی منہ سے کوئی چیز قصداً یا خطاءً نگل لینا، خواہ وہ کیسی ہی چیز ہو، مفید ہو یا غیر مفید، یا قصداً جماع کرنا۔ (۲) معنی افطار:- یعنی جوف معدہ یا جوف دماغ تک پہنچنے والے طبعی راستوں کے ذریعہ کسی طبعًا یا عرفاً مفید چیز کا جوف تک بالقصد پہنچ جانا یا قصداً انزال کردینا۔

فتح القدیر میں ہے:قال العلامة بن الهمام: قد علمت انه لا يثبت الفطر إلا بصورته او معناه وقد مر ان صورته الابتلاع، وذكر ان معناه وصول ما فيه صلاح البدن إلى الجوف۔ (فتح القدير ۲/۷۳)

شامی میں ہے۔وقال العلامة الشامي: ويظهر من ذٰلك ان مرادهم بما يتغذى به ما

يكون فيه صلاح البدن إن كان مما يوكل عادةً على قصد التغذى او التداوى او التلذذ۔ (شامی ج ۲/ ٤١٠کراچی، شامی ج ۳۸۷/۳ زکریا)

وعلىٰ ہٰذا فالاصل أن الجماع المفسد للصوم ہوالجماع صورة وہو ظاہر او معنى فقط وہو الإنزال الخ۔ (شامی، الصوم / مطلب: فی حكم الاستمناء بالكف ج ۳۹۹/۲کراچی، شامی ج ۳۷۲/۳ زکریا)۔ اسی اصول کی بنیاد پر مسائل م کا استخراج واستنباط کرتے ہوئے فقہائے ملت اسلامیہ فرماتے ہیں کہ(۱) جہاں شکلا اور معنا دونوں اعتبار سے افطار پایا جائے گا، وہاں قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے، مثلاً کسی نے غذا منہ کے راستہ سے قصداً کھالیا، تو یہاں صورت افطار پائی گئی اور غذا میں افادہ کی صلاحیت موجود ہونے کی وجہ سے معنی افطار بھی پائے گئے۔

سنن دار قطنی میں ہے: عن أبی ہريرة رضى الله عنه أن رجلًا أكل فی رمضان فأمره النبی صلى اللّٰه عليه وسلم أن يعتق رقبة أو يصوم شہرين أو يطعم ستين مسكيناً۔ (سنن الدار قطنی ج ۱۷۰/۲ رقم: ٢٢٨٤) ورواه أبو داؤد عنه مرفوعاً بلفظ: أفطر، وزاد فيه حديثًا طويلًا۔ (سنن أبی داؤد ٤٤٦ رقم: ۲۳۹۲ دار الفكر بيروت)۔قال فی التنوير: او اكل او شرب او غذاءً او دواءً ما يتدوىٰ به عمداً ، قضىٰ وكفر ككفارة المظاہر۔ (تنوير الابصار مع الدر المختار ج ۲/ ٦٠٤ کراچی ج ٦٨٣/٣ زکریا)۔

(۲) اور جہاں صرف صورت افطار یا صرف معنی افطار پائے جائیں، دونوں جمع نہ ہوں، مثلاً پتھری نگل لینا کہ اس میں افطار کی صورت تو پائی جاتی ہے؛ لیکن افطار کے معنی نہیں پائے جاتے؛ کیوں کہ پتھری بدن کے لئے مفید نہیں ہے یا ناک میں دوا ڈالنا کہ اس میں منفعت پائے جانے کی وجہ سے معنی افطار تو محقق ہیں، مگر صورت افطار نہیں پائی جاتی، تو ان صورتوں میں صرف قضا واجب ہوتی ہے، کفارہ لازم نہیں ہوتا۔

شامی میں ہے: او ابتلع حصاۃً أی فیجب القضاء لوجود صورۃ الفطر ولا کفارۃ لعدم وجود معناہ۔ (شامی ج ۴۰۲/۲ کراچی، شامی ج۳۷۶/۳ زکریا)۔او استعط فی انفه شیئاً (درمختار) وعدم وجوب الکفارۃ فی ذٰلك ہوالاصح؛ لانہا موجب الإفطار صورۃً ومعنیً، والصورۃ الابتلاع کما فی الکافی وہی منعدمۃ والنفع المجرد عنہا یوجب القضاء فقط۔ (شامی / مطلب: فی حکم الاستمناء بالکف ۴۰۲/۲ کراچی، شامی ۳۷۶/۳ زکریا)۔عن عطاء کرہ أن یستدخل الإنسان شیئاً فی رمضان بالنہار فإن فعل فلیبدل یوماً ولا یفطر ذٰلك الیوم (المصنف لابن عبد الرزاق رقم: ۷۵۰۷)۔عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما أنه ذکر عندہ الوضوء من الطعام، فقال: إنما الوضوء مما یخرج ولیس مما یدخل، وإنما الفطر مما دخل ولیس مما خرج۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۶۴۶/۴ رقم: ۸۲۵۳)۔(۳)اور جن شکلوں میں افطار کے معنی اور صورت میں سے کوئی بھی چیز نہ پائی جائے، وہاں روزہ کے فساد کا حکم نہیں لگایا جاتا، چناں چہ ٹھنڈے پانی سے نہالینے یا سر وغیرہ میں تیل لگالینے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، اگرچہ پانی کی ٹھنڈک بدن میں محسوس ہوتی ہے، اور بسا اوقات اس کی وجہ سے پیاس کی شدت ختم ہوجاتی ہے، اسی طرح تیل بھی مسامات کے ذریعہ بدن کے اندر تک پہنچ جاتا ہے۔تو معلوم ہوا کہ شریعت کی نظر میں روزہ کی حالت میں نفس افادیت ممنوع نہیں ہے؛ بلکہ وہ خاص افادیت مفسد ہے، جو صورت افطار یا معنی افطار کی شکل میں پائی جائے جیسا کہ کتب فقہ کی عبارت سے واضح ہوتا ہے۔

فتح الباری میں ہے: و بل ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما ثوباً فألقی علیه وہو صائم۔ وقال ابن مسعود رضی اللّٰہ عنه: إذا کان صوم أحکم فلیصبح دہنًا مترجّلاً۔ (أخرجہما البخاری تعلیقاً، / باب اغتسال الصائم رقم الباب:۲۵، فتح الباری ج۱۹۲/۵ دار الکتب العلمیۃ)۔عن ابن مسعود رضی اللّٰہ عنه قال: أوصانی

رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم أن أصبح یوم صومی دہیناً مترجلاً ، الخ۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۸٤/۱۰ رقم: ۱۰۰۲۸ بحواله: التعلیقات علی الفتاویٰ التاتارخانیة ج۳۹٦/۳ زکریا)۔عن أبی بکر بن عبد الرحمن عن بعض أصحاب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: رأیت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم أمر الناس فی سفرہ عام الفتح بالفطر ،قال أبوبکر: قال الذی حدثنی: لقد رأیت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بالعرج یصب علی رأسه الماء وہو صائم من العطش أو من الحرّ۔ (سنن أبی داؤد/ باب الصائم یصب علی الماء من العطش رقم: ۲۳٦٥ دار الفکر بیروت)۔ و المفطر الداخل من المنافذ کالمدخل والمخرج لا من المسام الذی ہو خلل البدن وما یدخل من المسام البدن للاتفاق فی من شرع فی الماء ، یجد بردہ فی بطنه ولا یفطر۔ (فتح القدیر ج۳۳۰/۲)۔والمضطر إنما ہوالداخل من المنافذ، للاتفاق علی أن من اغتسل فی ماء فوجد بردہ فی باطنه أنه لا یفطر۔ (شامی/ مطلب: یکرہ السہر إذا خاف فوت الصبح ج۳٦۷/۳ زکریا)۔وقال فی الہندیة: وما یدخل من مسام البدن من الدہن لایفطر۔ (ہندیة ج ۲۰۳/۱)

اس اصولی بحث کی روشنی میں آنکھ میں دوا ڈالنے، اسی طرح بدن کے کسی حصہ میں انجکشن لگانے اورگلوکوز چڑھانے کے مسائل بھی حل ہوجاتے ہیں۔غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان مسائل میں صورت افطار اور معنی افطار کوئی بھی شکل نہیں پائی جارہی ہے۔صورتِ افطار کا نہ پایا جانا تو ظاہر ہے؛ کیوں کہ منہ کے راستے سے دوا نہیں ڈالی جاتی،اورمعنی افطار بھی نہیں پائے جاتے؛اس لئے کہ یہ دوا براہ راست جوف تک نہیں پہنچتی؛ بلکہ رگوں اورمسامات کے ذریعہ پہنچتی ہے، چنانچہ طب کی کتابوں میں لکھا ہے کہ آنکھ کے کنارے سے ایک نالی آنسوؤں کی تھیلی (کیس دمعی) تک پہنچتی ہے،اس تھیلی کے نیچے کی

جانب سے ایک رگ ناک کے منفذ میں کھلتی ہے، اور ناک کا منفذ حلق میں جا کر ملتا ہے، تو درمیان میں کئی رگوں کا واسطہ ہوگیا۔ براہ راست معدہ یا دماغ میں پہنچنے کی بات متحقق نہیں ہوئی، اس لئے روزہ کے فساد کا حکم نہ لگے گا۔ یہی معاملہ انجکشن اور گلوکوز کا بھی ہے کہ وہاں دوا براہ راست معدہ میں نہیں پہنچتی؛ بلکہ درمیان میں مختلف رگوں کا واسطہ ہوتا ہے۔ عن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها قالت: اکتحل رسول الله صلی الله علیه وسلم وہو صائم۔ (سنن ابن ماجة ج ۱/۱۲۱ رقم: ۱۶۷۸)۔ **قال فی الهداية**: ولو اکتحل لم یفطر؛ لانه لیس بین العین والدماغ منفذ، والدمع یترشح کالعرق، والداخل من المسام لا ینافی کما لو اغتسل من الماء البارد۔ (ہدایة مع الفتح ج ۲/ ۳۳۴ زکریا)۔وقال فی الہندیة: لو اقطر شیئاً من الدواء فی عینہٖ لایفطر صومه عندنا، وإن وجد طعمه فی حلقه۔ (الفتاویٰ الہندیة ج۱/ ۲۰۳)۔وقال فی البدائع: ولنا ما روی عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه انه قال خرج علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم فی رمضان وعیناہ مملوأتان کحلاً کحلته ام سلمة رضی الله عنها ولانه لا منفذ من العین إلی الجوف ولا إلی الدماغ، وما وجد من طعمه فذلك اثره لا عینه، وانه لا یفسد کالغبار والدخان، وکذا لو ادہن رأسه او اعضاءہ فتشرب فیه انه لا یضرہ؛ لانه وصل إلیه الاثر لا العین۔ (بدائع الصنائع، الصوم / مفسداته ج ۲/ ۲٤٤ زکریا)۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے بیان فرمودہ ایک جزئیہ سے یہ حکم مستفاد ہوتا ہے کہ بلاعذر طاقت کے لئے انجکشن لگوانا اور گلوکوز چڑھوانا روزہ کی حالت میں مکروہ ہوگا؛ کیوں کہ یہ منشائے عبادت کے خلاف ہے۔وإنما کرہ الإمام الدخول فی الماء والتلفف بالثوب المبلول لما فیه من إظہار الضجر فی إقامة العبادة لا؛ لانه مفطر۔ (شامی ج ۲/ ۳۹٦ کراچی، شامی ج ۳/ ۳٦۷ زکریا)۔ رہی بات ان مثالوں کی جو کتابوں میں ہیں وہ

بھی مذکورہ بالا اصولوں پر منطبق ہیں۔ چناں چہ: الف: - زخم دماغ اور زخم شکم جسے عربی میں آمّہ اور جائفہ کہا جاتا ہے، ان سے مراد وہ زخم ہیں جن کا دہانہ دماغ کی جھلی یا معدہ میں براہ راست کھل گیا ہو، ان میں روزہ کے فساد کا حکم معنی افطار کے متحقق ہونے کی بنا پر ہے؛ کیوں کہ ان پر دوا لگانے سے دوا براہ راست جوف تک پہنچ جاتی ہے، اس سے وہ معمولی زخم مراد نہیں ہے، جس کے اثرات مسامات کے واسطے سے جوف تک پہنچتے ہوں۔

قال فی الشامی: الجائفة الطعنة التی بلغت الجوف او نفذته والآمّة من امّمته بالعصا أما: من باب طلب إذا ضربت ام رأسه وہی الجلدة التی تجمع الدماغ۔ (شامی ج۲/ ۴۰۲ کراچی، شامی ج ۳/ ۳۷۶ زکریا) - بیڑی وغیرہ کا جو دھواں قصداً منہ میں جا رہا ہے وہ بھی معنی افطار یعنی منفذ کے ذریعہ قصداً صلاح بدن سے متعلق چیز کے چلے جانے کے وجود کی بنا پر مفسد صوم ہے، اس کے برخلاف اگر اچانک دھواں چلا جائے تو وہ مفسد صوم نہیں؛ کیوں کہ قصد اور ارادہ کی شرط نہیں پائی گئی، یہی معاملہ ان اڑنے والے کیڑے مکوڑوں وغیرہ کا ہے۔

قال الحسن: إن دخل حلقه الذباب فلا شیء علیه۔ (ذکره البخاری تعلیقاً ج۱/ ۲۵۹ رقم: الباب ۲۶)۔ عن ابن عباس رضی الله عنهما فی الرجل یدخل حلقه الذباب قال: لا یفطر۔ (المصنف لابن أبی شیبة ج۶/ ۳۴۹ رقم: ۹۸۸۶)۔ او دخل حلقه غبار او ذباب او دخان ولو ذاکراً استحساناً لعدم إمکان التحرز بنه، ومفاده لو انه ادخل حلقه الدخان افطر، أی دخان کان ولو عوداً او عنبراً لو ذاکراً لامکان التحرز عنه۔ (الدرالمختار مع الشامی ج۲/ ۳۹۵ کراچی ج ۳/ ۳۶۶ زکریا)۔ والدخان: المراد به إذا دخل فإنه لیس بمفطر؛ لأنه لا یمکن الاحتراز عنه، لدخوله من الأنف إذا أطبق، قد صرحوا به، ومفاده الإدخال مفسد کما فی الدر المختار، فمفاده أن إدخال دخان التنباك المتعارف فی

زمانـنـا مـفسـد؛ لأنـه إدخـال، لا دخـول، ويمكن الاحتراز عنه، كذا فى السراج المـنيـر۔ (الـعـنـاية ج ۲/۲۵۸، كـذا فـى التعليقات على الهداية ج ۲/۱۰۸ مكتبة البشـرىٰ كـراچـى)۔ ج:-کوئی چیز ڈورے میں باندھ کراندرڈالی جائے،توجب تک ڈور ہاتھ میں رہے گی اوراندر گئی ہوئی چیز کے اجزاء بعینہٖ باقی رہیں گے،اس وقت تک روزہ کے فساد کا حکم نہ ہوگا؛ کیوں کہ یہاں صورت افطار بھی نہیں پائی جاتی،اس لئے ڈور باہر ہونے کی وجہ سے وہ شئی پوری طرح سے داخل نہیں کہلائے گی،اورصلاح بدن متعلق نہ ہونے کی وجہ سے معنیٰ افطار بھی متحقق نہ ہوں گے۔

قـال فـى الـهـنـدية: ومـن ابتلع لحماً مربوطاً على خيط ثم انتضعه من ساعته لا يـفسـد، وإن تـركه فسد كذا فى البدائع۔ (الفتاوىٰ الـهندية ج ۱/۲۰٤)۔ حاصل یہ کہ آنکھ میں دواڈالنےاورانجکشن وغیرہ سے روزہ فاسد نہ ہونے کا حکم عقل ونقل سے ثابت شدہ ہے،اورنفس افادیت موجب فسادنہیں ہے؛ بلکہ اس کی کچھ شرائط اور قیودات ہیں،جن کوحضرات فقہاء نے وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا ہے۔جس سے واضح ہوگیا کہ آنکھ،کان اورناک میں دواڈالنے سے اس وقت تک روزہ فاسدنہیں ہوگا جب تک کہ وہ براہ راست پیٹ تک نہ پہونچ جائے اوریہی حکم انجکشن اورگلوکوز کا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ الاکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ۔

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

(خلیفئہ حضور تاج الشریعہ و محدث کبیر و خادم فخر ازہر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی ہاسپیٹ وجے نگر —وڈو— کمپلی بلاری و گنتکل آندھرا پردیش و مدرس و شیخ الحدیث مدرسہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ جامعۃ البنات ولاء روڈ سنتے پیٹ و ناظم نشرو اشاعت آل کرناٹکا سنی علماء بورڈ کرناٹک الہند)

۱۴۔ دوئی کا اثر حلق میں محسوس ہوتو روزہ ٹوٹے گا، یا نہیں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ آنکھ میں دوائی ڈالنے سے اس کا اثر جب حلق میں محسوس ہوتو روزہ ٹوٹے گا۔ یا۔نہیں ٹوٹے گا اس کا جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔المستفتی۔سید محمد محبوب رضوی نائب امام ومدرس فیضان قادریہ ونائب سکریٹری جماعت رضائے مصطفیٰ ہاسپیٹ کرناٹک۔

الجــواب :بعون الله الملك الوہاب :اللہم ہداية الحق والصواب:صورت مذکورہ مسئولہ میں یہ ہے کہ آنکھ میں ڈالی گئی دوائی کا اثر حلق میں بھی اتر جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا کیونکہ احادیث میں یہ آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے روزہ کی حالت میں سرمہ لگایا تھا، دوسری وجہ یہ ہے کہ آنکھ میں جو دوا وغیرہ ڈالی جاتی ہے وہ ناک کے اندرونی حصے کے ذریعے حلق تک پہنچتی ہے، کیونکہ آنکھوں سے دوراستے ناک تک آتے ہیں، یہ منافذ چھوٹے ہونے کی وجہ سے مسامات کے ساتھ ملحق کئے گئے ہیں، اس وجہ سے احناف اور شوافع کے نزدیک آنکھ منافذ معتبرہ لفساد الصوم میں سے نہیں ہے تو حلق میں دوائی کے اثر کا محسوس ہونا بھی روزہ کو فاسد نہیں کرے گا۔لہٰذا جس طرح مسام کے ذریعے کوئی چیز جوف (پیٹ) تک پہنچ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا اسی طرح آنکھ کے ذریعے دوا وغیرہ ڈالنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔**سنن ابن ماجہ** ہے۔ عن عائشة قالت اكتحل رسول الله صلى الله عليه و سلم وہو صائم (سنن ابن ماجه ج ١/ ٥٣٦) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرمہ لگایا اس حال میں کہ آپ روزہ دار تھے۔عن انس بن مالك قال :جاء رجل الى النبئى صلى الله عليه وسلم فقال : اشكيت عينى افاكتحل و اصائم؟ قال نعم (سنن الترمذى ج ٣/ ٩٦)انس ابن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور اپنے آنکھ سے متعلق شکایت

کیا اورعرض کیا کہ کیا میں روزے کی حالت میں سرمہ لگا سکتا ہوں تو انہوں (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا۔ ہاں (یعنی لگا سکتے ہو)۔ ان احادیث سے متحقق ہو گیا کہ روزے کی حالت میں سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے اگر روزہ فاسد ہوتا تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت روزہ میں سرمہ نہ لگاتے اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روزے کی حالت میں ضرورت کے وقت آنکھ میں دوائی ڈالنا جائز ہے اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے اگر چہ سرمہ یا دوائی کا اثر حلق میں محسوس ہوتا ہو۔ ہندیہ میں ہے: ولو اقطر شیئا من الدواء فی عینه لا یفطر صومه عندنا و ان وجدطعمه فی حلقه(الفتاوی الهندیه ج ۲۰۳/۱ الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد) اگر دوائی اپنی آنکھ میں ڈالا تو اس کا روزہ ہمارے نزدیک نہیں ٹوٹے گا اگر چہ اس کا اثر حلق میں محسوس کیا ہو اور بعینه الجوہرة النیره ج ۱ /۱۷۹/ اور رد المحتار کتاب الصوم باب مایفسدالصوم ومالا یفسده :مطلب یکره السهره ۔الخ ج ۴۲۱/۳ میں ہے ۔

بہار شریعت میں ہے: روزے کی حالت میں آنکھ میں دوائی ڈالنے میں حرج نہیں (بہار شریعت ج ۵/۹۸۰ تخریج شدہ) اس سے واضح ہے کہ روزے کی حالت میں سرمہ لگانا جائز ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے اگر چہ اس کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو۔ فقط والله تعالی اعلم ورسوله الاعلی صلی الله علیه وسلم۔

....

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

(خلیفئه حضور تاج الشریعه و محدث کبیر و خادم فخر ازهر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی هاسپیٹ وجے نگر –وڈو– کمپلی بلاری و گنتکل آندهرا پردیش و مدرس و شیخ الحدیث مدرسه حضرت خدیجة الکبریٰ جامعة البنات ولاء روڈ سنتے پیٹ و ناظم نشرو اشاعت آل کرناٹکا سنی علماء بورڈ کرناٹك الهند)

۱۵۔کیا روزے کی حالت میں آنکھ میں ڈراپ ڈال سکتے ہیں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ کیا روزے کی حالت میں آنکھ میں ڈراپ ڈال سکتے ہیں اس سے روزہ ٹوٹے گا یانہیں اگرنہیں تو کیوں مفصل جواب عنایت فرما کرشکریہ کا موقع دیں:المستفتیہ :شاہدہ خاتون جموکشمیر انڈیا۔

الجـــواب :اللهم هداية الحق والصواب: صورت مذکورہ مسئولہ میں یہ ہے کہ آنکھ میں ڈراپ یادوسری دوائی ڈال سکتے ہیں اس کے ڈالنے سے روزہ فاسدنہیں ہے ہوتا ہے کیونکہ تاجدار مدینہ وراحت قلب وسینہ رحمت عالم نورمجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت روزہ میں سرمہ لگایا ہے جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے: عن عائشة قالت: اكتحل رسول الله صلى الله عليه وسلم و هو صائم (سنن ابن ماجه ج ١/ ٥٣٦) ۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرمہ لگایا اس حال میں کہ وہ روزے سے تھے۔

سرمہ لگانے کی اجازت دینے کا بھی ذکر جیسا کہ حدیث میں ہے: عن انس بن مالك قال جاء رجل الى النبى صلى الله عليه وسلم فقال اشتكت عينى آ فاكتحل و انا صائم قال نعم (سنن ترمذى ج ٩٦/٣)۔انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں بیان کیا کہ ایک شخص بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر خدمت ہوا اور کہا کہ میں نے اپنی آنکھوں (کی تکلیف) کے بارے میں شکایت کی (اور پوچھا کہ) کیا میں حالت روزہ میں سرمہ استعمال کرسکتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایاہاں (یعنی لگاسکتے ہو)۔

ان احادیث سے استدلال کرتے ہوئے فقہائے احناف نے فرمایا کہ جب حالت روزہ میں سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے تو آنکھ میں دوائی ڈالنے سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوگا جیسا کہ کتب فقہ میں ہے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: لو اقطر شیئا من الدواء فی عینه لا یفطر صومه عندنا و ان وجد طعمه فی حلقه (فتاوی ہندیه ج ۲۰۳/۱ کتاب الصوم باب ما لا یفسد الصوم)

اگر اپنے آنکھ میں کوء دوائی ڈالا تو ہمارے نزدیک اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا اگر چہ اس کا ذائقہ اپنے حلق میں پائے۔**المحیط البرہانی میں ہے:** واما اذا اکتحل او اقطر شیئامن الدواء فی عینه لایفسد صومه عندنا و ان وجد طعمه ذلك فی حلقه (المحیط البرہانی ج ۵۵٦/۲ کتاب الصوم الفصل الرابع)۔سرمہ لگایا یا کوئی دواء اپنے آنکھ میں ڈالا تو ہمارے نزدیک اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا اگر چہ اس کا اثر اس نے اپنے حلق میں محسوس کیا۔

المبسوط للسرخسی میں ہے : (قال)و الاکتحال لا یضر الصائم وان وجد طعمه فی حلقه (المبسوط للسرخسی ج ٦۷/۳ کتاب الصوم باب مالا یفسد الصوم)۔صاحب مبسوط نے فرمایا کہ سرمہ لگانا روزے دار کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا ہے اگر چہ وہ اپنے حلق میں اس کا اثر محسوس کرے۔ **بدائع الصنائع میں ہے:** ولو اکتحل الصائم لم یفسد وان وجد طعمه فی حلقه عند عامة العلماء(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۹۳/۲ کتاب الصوم) ۔روزے دار نے اگر سرمہ لگایا تو ہرگز ہرگز روزہ نہیں ٹوٹا عام علماء کے نزدیک اگر چہ اپنے حلق میں اس کا مزہ محسوس کیا۔

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے: ولو اقطر شیئامن الدواء فی عینه لایفطر صومه عندنا و ان وجد طعمه فی حلقه (فتاوی تاتار خانیه ج ۲۷۹/۲)۔اگر اپنے آنکھ میں کوئی دواء ڈالا

تو ہمارے نزدیک اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا اگر چہ اس کا ذائقہ اپنے حلق میں پائے۔

مراقی الفلاح میں ہے: ولو اقطر شیئامن الدواء فی عینه لایفطر صومه عندنا و ان وجد طعمه فی حلقه(مراقی الفلاح / ۲٦۱) ۔اگر اپنے آنکھ میں کوئی دواء ڈالا تو ہمارے نزدیک اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا اگر چہ اس کا ذائقہ اپنے حلق میں پائے۔

جواہر الفقہ میں ہے: ولو اقطر شیئامن الدواء فی عینه لایفطر صومه عندنا و ان وجد طعمه فی حلقه(جواہر الفقه ج ۲۷۹/۲کتاب الصوم)۔اگر اپنے آنکھ میں کوئی دواء ڈالا تو ہمارے نزدیک اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا اگر چہ اس کا ذائقہ اپنے حلق میں پائے۔

بہار شریعت میں ہے: روزے کی حالت میں آنکھ میں دواء ڈالنے میں حرج نہیں (بہار شریعت ج ۹۸۰/۵تخریج شدہ)۔ان تمام حوالجات سے واضح ہوا کہ آنکھ میں ڈراپ یا دیگر دوائی ڈالنے یا سرمہ لگانے سے اوراس کا مزہ حلق میں محسوس کرنے کے باوجود روزہ نہیں ٹوٹتا ہے حالت روزہ میں دوائی آنکھ میں ڈال سکتے ہیں ڈراپ کا استعمال بھی کیا جا سکتا ہے اور سرمہ بھی لگا سکتے ہیں۔

....

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

(خلیفئه حضور تاج الشریعه و محدث کبیر و خادم فخر ازهر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی هاسپیٹ وجے نگر –وڈو– کمپلی بلاری و گنتکل آندهرا پردیش و مدرس و شیخ الحدیث مدرسه حضرت خدیجة الکبریٰ جامعة البنات ولاء روڈ سنتے پیٹ و ناظم نشرو اشاعت آل کرناٹکا سنی علماء بورڈ کرناٹك الهند)

۱۶۔ روزے کی حالت میں آنکھ میں دواڈالنا کیسا ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ مسئلہ کے بارے میں کہ روزے کی حالت میں آنکھ میں سیال دوائی ڈال سکتے ہیں۔ یا۔نہیں کیا سیال دوائی آنکھوں میں ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا ۔یا۔روزہ نہیں ٹوٹے گا۔اورحالت روزے مے انجکشن لینے کا کیا حکم ہے۔مفصل مبرہن فرما کر جواب عنایت فرمائیں تو کرم ہوگا۔بینوا! و توجروا!۔ المستفتی۔ نورمحمد مجیبی فرحتی فیضان تاج الشریعہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر ٹرسٹ وڈو(بلہاری) بلاری کرناٹک الہند۔

الجواب : بعون الله الملك الوہاب :روزے کی حالت میں آنکھ میں دواڈالنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔کیونکہ اس بارے میں ضابطہ کلیہ یہ ہے کہ جماع اوراسکے ملحقات کے علاوہ روزہ توڑنے والی صرف وہ دوا یا غذا ہے جو مسامات اور رگو کے علاوہ کسی منفذ سے صرف دماغ یا پیٹ میں پہنچے ۔جیسا کہ درمختار میں ہے: الضابط وصول فيه صلاح بدنه لجوفه(درمختار)۔

اور **فتاوی شامی** میں اسی کے تحت ہے:الذی ذکرہ المحققون ان معنی الفطر وصول فيه صلاح البدن الى الجوف اعم من كونه غذا اور دواء(درمختار مع فتاوی شامی جلد۳ صفحہ ۳۸۶)۔اورظاہر ہے کہ جودوا آنکھ میں ڈالی جاتی ہےاسکااثر مسام ہی کے ذریعہ ظاہر ہوگااس لئے کہ آنکھوں سے پیٹ یادماغ تک کوئی دوسرامنفذ نہیں اور یہ مفسد صوم نہیں۔

جیسا کہ تبیین الحقائق میں ہے :والداخل من المسام لا ينافيه على ما ذكرنا ولانه ما يجده في حلقه اثرالكحل لاعينه فلا يضره كمن ذاق الدواء ووجد طعمه في حلقه ولا يمكن الامتناع عنه فصار كالغبار والدخان۔تبيين الحقائق جلد۱ صفحہ۳۲۳)۔ **فتاوی ہندیہ میں ہے**: وما يدخل من مسام البدن من الدهن لا يفطر هكذا في شرح المجمع۔(فتاوی ہندیہ جلد۱ صفحہ۲۲۴)۔بدن کے مسام سے جوتیل جسم میں داخل

ہواس سے روزہ نہیں ٹوٹتا یونہی شرح المجمع میں ہے۔

فقہائے امت کے آرا اور مجلس شرعی کے فیصلے :اس پر تمام مندوبین کا اتفاق ہے کہ آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہ ہوگا اس لئے کہ خود آنکھ جوف کے حکم میں نہیں نہ ہی اس میں ایسا کوئی منفذ ہے جو دوا کو جوف تک پہنچائے فقہائے کرام کی عبارتوں میں صراحت موجود ہے کہ آنکھ میں دواڈالنا مفسد صوم نہیں (علماء کی رائیں/۱۵۹/اور مجلس شرعی کے فیصلے/۲۸۵)۔اور مذکورہ قاعدہ کی روشنی میں یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ضرورت کے وقت انجکشن لینا اور سلائن لگوانا دونوں جائز ہیں کیوں کہ وہ دماغ و جوف میں نہیں جاتا بلکہ رگ وگوشت میں جاتا ہے البتہ بلاضرورت طاقت کے لئے لینا مکروہ ہوگا۔

عالمگیری میں ہے: ولو أقطر شيئا من الدواء في عينه لا يفطر صومه عندنا، وإن وجد طعمه في حلقه، وإذا بزق فرأى أثر الكحل، ولونه في بزاقه عامة المشايخ على أنه لا يفسد صومه كذا في الذخيرة، وهو الأصح هكذا في التبيين (الفتاوى الهندية: الباب الرابع فيما يفسد و ما لايفسد، ج ۲۰۳/۱ط: دار الفكر) ۔اوراگرکوئی دواء اپنے آنکھ میں ڈالا تو ہمارے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوگا اگر چہ اس کا مزہ اپنے حلق پائے اور اگر تھوکے تو سرمہ کا اثر دیکھے اور اس کا رنگ اس کے تھوک میں ہو تو عام مشائخ کا موقف یہ ہے کہ اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔فقط والله تبارك و تعالى صلى الله عليه وسلم ۔

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

(خلیفئه حضور تاج الشریعه و محدث کبیر و خادم فخر ازهر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی هاسپیٹ وجے نگر –وڈو– کمپلی بلاری و گنتکل آندهرا پردیش و مدرس و شیخ الحدیث مدرسه حضرت خدیجة الکبریٰ جامعة البنات ولاء روڈ سنتے پیٹ و ناظم نشرو اشاعت آل کرناٹکا سنی علماء بورڈ کرناٹك الهند)

۷۱۔ حالت روزہ میں آب دست لینے کا صحیح طریقہ کیا ہے۔؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ: حالت روزہ میں آب دست لینے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ کیا آب دست میں مبالغہ کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ اگر روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو پھر اس روزے کی قضاء ہے یا کفارہ؟ مدلل و مفصل جواب عنایت کریں: المستفتی ؛___ محمد صادق رضا انور پوپری سیتامڑھی بہار۔

الجــواب: ملہم باسم الصواب : صورت مذکورہ مسئولہ میں اس کا طریقہ یہ ہے کہ روزہ دار روزہ کی حالت میں استنجاء کرتے وقت ان امور کا احتیاطا خیال رکھے استنجاء کرتے وقت کشادہ ہوکر نہ بیٹھے زیادہ سانس زور زور سے نہ لے۔ نجاست کی جگہ کو دھونے میں مبالغہ نہ کرے زیادہ اندر تک پانی پہنچانے کی کوشش نہ کرے جب نجاست کی جگہ دھولے تو فورا کھڑا نہ ہوجائے بلکہ ڈھیلا بھی نہ چھوڑ بلکہ تھوڑی دیر اسی حالت میں رکا رہے تا کہ وہ جگہ خشک ہوجائے: اور حقنہ تک پانی جانے کا احتمال ختم ہوجائے: روزہ کی حالت میں استنجاء کا یہ طریقہ عمدہ ہے :

استنجاء میں مبالغہ کرنے سے اس وقت روزہ فاسد ہوجاتا ہے جب پانی حقنہ تک پہنچ جائے حقنہ پائخانہ کے مقام میں اس حصہ کو کہا جاتا ہے جہاں پچکاری وغیرہ آلات کے ذریعے دواء پہنچائی جاتی ہے خارجی حصہ سے اس کا فاصلہ پانچ انچ دوری پر ہے وہاں سے معدہ کا اتصال ہوتا ہے یہاں تک پہنچنے کا مطلب پانی کا پیٹ میں پہونچنا ہے اور کسی چیز کا پیٹ میں پہنچنا روزہ کو فاسد کرتا ہے: حالانکہ عموما استنجاء کرنے میں پانی وہاں تک نہیں پہنچتا البتہ اتنا زیادہ دھونے میں مبالغہ کیا جائے کہ پانی وہاں تک پہنچ جائے یا قصد وارادہ سے پہونچایا جائے اور کوئی ایسا نہیں کرتا

شامی میں ہے: ولو بالغ فی الاستنجاء حتی بلغ موضع الحقنة فسد (شامی ج ۳٦۹/۳ کتاب الصوم مطلب فی مفسد الصوم)۔اوراگراستنجا کرنے میں اتنامبالغہ کرے کہ پانی حقنہ تک پہنچ جائے توروزہ فاسد ہوجائے گا۔ہے۔

ہندیہ میں ہے: ولو ادخل اصبعه فی استنجاء والمرآة فی فرجها لا یفسد الا اذا کانت مبتلة بالماء او الدهن فحینئذ یفسدلوصول الماء اوالدهن (الفتاوی الهندیة ج ۲۰٤/۱ کتاب الصوم) اگرکوئی اپنی انگلی کومقام استنجاء میں داخل کرےاورعورت اپنے فرج میں ڈالےتوروزہ نہیں ٹوٹے گامگر جب کہ(انگلی) پانی یاتیل سےترہوگاتوتواس وقت پانی یا تیل کے پہنچنے کے باعث اس کا روزہ فاسد ہوجائے گا۔

مراقی میں ہے: و یبالغ فی ارخاء المقعدة ان لم یکن صائما والصوم لا یبالغ حفظا للصوم عن الفساد(مراقی الفلاح/ ٤۸ کتاب الصوم)۔ مقعدکی صفائی میں اس وقت مبالغہ کرے جب کہ روزہ دارنہ ہواورروزےداررروزےکوفسادسےبچانے کے لئے مقعدکی صفائی میں مبالغہ نہ کرے۔ **بحرالرائق میں ہے:** وفی الفتاوی الهندیة ولهذا قالوا لایتنفس فی الاستنجاء اذا کان صائماکذا فی محیطِ السرخسی فی باب الاستجمار و الصائم اذا استقصی فی الاستنجاء حتی بلغ الماء مبلغ الحقنةیفسدصومه کذ ا فی البحر الرائق ج ۲۰٤/۱ کتاب الصوم) فتاوی ہندیہ میں ہےاوراسی لئے ان لوگوں نے کہا کہ استنجالیتے وقت زیادہ زور سے سانس نہ لے جب کہ حالت روزہ میں ہواورایساہی محیط سرخسی باب الاستجمار میں ہےاورروزہ دار جب استنجامیں اتنامبالغہ کرے کہ پانی حقنہ کی جگہ تک پہونچ جائے تواس کا روزہ فاسد ہوجائے گاایساہی بحرالرائق میں ہے۔

شامی میں ہے: و ھو ان ما دخل فی الجوف ا ن غاب فیه فسد و ھو ا لمر اد با لا ستقراروان لم یغیب بل بقی طر ف منه فی الخارج او کان متصلا بشئی فی الخارج لا یفسد لعد م ا ستقراره ولومبتلا فسد لبقاء شئی من ا لبلة فی ا لداخل (شا می ج ٣٦٩/٣ کتاب الصوم)

بہارشریعت میں ہے : مبالغہ کے ساتھ استنجاء کیا یہاں تک کہ حقنہ رکھنے تک پانی پہنچ گیا روزہ جاتا رہا اوراتنا مبالغہ چاہئے بھی نہیں کہ اس سے سخت بیماری کا اندیشہ ہے عموما جو استنجا کیا جاتا ہے اس سے روزہ قطعا نہیں ٹوٹتا(بہارشریعت ج ۱ حصہ ۵ صفحہ ۹۸۷ مکتبۃ المدینہ کراچی)۔ فقط وا للہ تعا لیٰ ا علم و رسو له الا کرم صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ۔

....

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

(خلیفئه حضور تاج الشریعه و محدث کبیر و خادم فخر ازھر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی ھاسپیٹ وجے نگر –وڈو– کمپلی بلاری و گنتکل آندھرا پردیش و مدرس و شیخ الحدیث مدرسه حضرت خدیجة الکبریٰ جامعة البنات ولاء روڈ سنتے پیٹ و ناظم نشرو اشاعت آل کرناٹکا سنی علماء بورڈ کرناٹك الھند)

۱۸۔ جوروزہ رکھنے سے معذور ہو کیا وہ فدیہ دے سکتا ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان ذوی الاحترام مندرجہ ذیل مسئلہ کے متعلق کہ جن کے رمضان شریف کے روزے قضا ہو گئے اور وہ مرض شدید یا عمر دراز ہونے کے باعث روزے ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو ایسے معذور پر عندالشرع کیا حکم ہے کیا وہ اپنے قضا روزے کا دے سکتا ہے جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی : سائلہ : مبین فاطمہ احمدی رئیسۃ المعلمات جامعہ نور فاطمہ کنولی ہاوری کرناٹک الھند :

الجواب : بعون الله الملك الوهاب: اللهم هداية الحق والصواب: صورت مذکورہ مسئولہ میں ایک بات ذہن نشیں رہے کہ بیمار کے لئے روزہ نہ رکھ پانے کے باعث فدیہ دینے کا حکم شرعا نہیں ہے بلکہ صحت یابی کے بعد اس پر روزے کی قضا لازم ہے اگر موسم گرما میں روزہ رکھنے یا اس کی قضا ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو رکھے ورنہ موسم سرما یعنی ٹھنڈک کے موسم میں قضا کرے اگر اس موسم میں رکھنے کی طاقت نہیں ہے تو انتظار کرے جب رکھنے کی طاقت ملے قضا کی تکمیل کرے اگر بیماری ایسی ہے کہ ٹھیک ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے یعنی مرض دائمی کا شکار ہے اور صحت کا امکان بھی باقی نہیں ہے اور بیماری کی حالت میں روزہ رکھنے کی گرمی وسردی دونوں موسم میں گنجائش نہیں تو فدیہ دے مگر اس نیت سے کہ جب بھی طاقت روزہ رکھنے کی ہوئی تو روزہ کی قضا کرے گا کیونکہ طاقت آنے کے بعد قضا لازم ہے اگر صحت نہ ہو اور روزہ رکھنے کی طاقت بھی نہ ملے اور اسی حالت میں انتقال ہو جائے تو وہی فدیہ دینا کافی ہوگا البتہ جتنے روزہ کی فدیہ نہ دے سکے تو اپنے مال متروک سے فدیہ دینے کی وصیت کر دے وصیت نہ کر سکے تو جو وارث عاقل و بالغ ہو اور اپنے حصہ سے فدیہ دینا چاہے تو دے سکتا ہے البتہ شیخ فانی کے لئے شریعت فدیہ دینے کا حکم دیتی ہے شیخ فانی اس شخص کو کہتے ہیں جو بڑھاپے کے سبب اتنا نحیف وکمزور ہو

چکا ہو کہ اب اس میں حقیقتا روزہ رکھنے کی طاقت وصلاحیت باقی نہ رہے نہ گرمی کے ایام میں اور نہ ہی سردی کے موسم میں نہ مسلسل پے در پے روزہ رکھنے کی طاقت ہو اور نہ ہی جدا جدا رکھنے کی صلاحیت ہو اور نہ ہی مستقبل میں روزہ رکھنے کی طاقت آنے کی امید باقی ہو اس کا امکان وگنجائش ہی بالکل مفقود ہو چکا ہو

جیسا کہ نقایہ میں ہے : و شیخ فان عجز عن الصوم افطر (فتح باب العنایه بشرح النقایه کتاب الصوم ج ۱/ ۵۸۲) بوڑھا شخص جو کہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو وہ روزہ نہیں رکھے گا :

شرح نقایہ میں ہے : (شیخ فان) شقی به لقربه الی الفناء او لانه فنیت قوته (فتح باب العنایه بشرح النقایه کتاب الصوم فصل فیما یفسد الصوم و فیما لایفسد الصوم ج ۱/ ۵۸۲)

درمختار میں ہے : و للشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر و یفدی وجوبا ولو فی أول الشهر و بلا تعدد فقیر کالفطرة لو مؤسرا و الا فیستغفر الله (الدر المختار باب صدقة الفطر ج ۲/ ٤۲۷)

ردالمحتار میں ہے : الشیخ الفانی فإنه تحقق عجزه قبل الموت عن أدائالصوم وقضائه فیفدی فی حیاته:الصوم أی فإن له أن یفدی عنه فی حیاته خاص بالشیخ الفانی تأمل (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الصلوة،باب قضاء الفوائت، ج ۲/۷۳)

واضح ہوا کہ بیماری میں مبتلا ہونا روزہ ترک کر دینے کے لئے عذر شرعی نہیں ہے جیسا کہ آج کل لوگوں کا معمول بن چکا ہے کہ تھوڑی سی طبیعت خراب ہوئی اور روزہ ترک کر دیا حالانکہ بے شمار ایسے بندے بھی ہیں جو گیسٹک ،شوگر اور گردے کے مرض میں مبتلا ہوتے ہوئے بھی روزہ رکھتے ہیں اور انہیں کچھ بھی نہیں

ہوتا خیر اگر کوئی سخت بیماری کے چنگل میں گرفتار ہو اور روزہ رکھنے کی صورت میں اس کے لئے نقصان و ضرر کا ظن غالب ہو تو صحت پانے تک روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہوگی اس صورت میں وہ احتیاطا فدیہ دینا چاہے تو صدقۂ فطر کی مقدار کے مطابق فدیہ دے دے یا مسکین کو کھانا کھلانا چاہے تو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے جو صدقۂ فطر کے مطابق ہو جائے گا اور یہ فعل مستحب قرار پائے گا لیکن یہ فدیہ روزے کا بدلہ نہیں ہوگا بلکہ صحت کے بعد اس چھوٹے ہوئے روزے کی قضا لازم ہوگی البتہ وہ بیمار شخص اسی حالات میں بڑھاپے کی اس عمر کو پہنچ جائے جس کو شیخ فانی سے تعبیر کیا جاتا ہے تو اب قضا روزوں کی فدیہ ادا کرے ہر ایک روزہ کے عوض صدقۂ فطر کی مقدار کے برابر فدیہ دے اور وہ تقریباً دو کیلو پینتالیس گرام گیہوں ہے یا اسی کے مطابق رقم ہے اگر شیخ فانی میں داخل نہیں ہوا تو ورثاء کو قضا شدہ بقیہ روزے کے بدلے میں فدیہ ادا کرنے کی وصیت کر دے :

محقق علی الاطلاق فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ : بعض جاہلوں نے یہ خیال کر لیا ہے کہ روزہ کا فدیہ ہر شخص کیلئے جائز ہے جبکہ روزے میں اسے کچھ تکلیف ہو، ایسا ہرگز نہیں، فدیہ صرف شیخِ فانی کیلئے رکھا ہے جو بہ سبب پیرانہ سالی حقیقۃً روزہ کی قدرت نہ رکھتا ہو، نہ آئندہ طاقت کی امید کہ عمر جتنی بڑھے گی ضعف بڑھے گا اُس کیلئے فدیہ کا حکم ہے اور جو شخص روزہ خود رکھ سکتا ہو اور ایسا مریض نہیں جس کے مرض کو روزہ مضر ہو، اس پر خود روزہ رکھنا فرض ہے اگرچہ تکلیف ہو، بھوک، پیاس، گرمی اور خشکی کی تکلیف تو گویا لازمِ روزہ ہے اور اسی حکمت کیلئے روزہ کا حکم فرمایا گیا ہے، اس کے ڈر سے اگر روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہو تو معاذ اللہ عزّ وَجل روزے کا حکم ہی بیکار و معطل ہو جائے :(فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰/ ۵۲۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں : جس جوان یا بوڑھے کو کسی بیماری کے سبب ایسا ضعف ہو کہ روزہ نہیں رکھ سکتے انہیں بھی کفارہ دینے کی اجازت نہیں بلکہ بیماری جانے کا انتظار کریں، اگر قبلِ شفا موت آ جائے تو اس وقت کفارہ کی وصیت کر دیں، غرض یہ ہے کہ کفارہ اس وقت ہے کہ روزہ نہ گرمی میں رکھ سکیں نہ جاڑے

میں، نہ لگاتار نہ متفرق اور جس عذر کے سبب طاقت نہ ہو اس عذر کے جانے کی امید نہ ہو، جیسے وہ بوڑھا کہ بڑھاپے نے اُسے ایسا ضعیف کر دیا کہ روزے متفرق کر کے جاڑے میں بھی نہیں رکھ سکتا تو بڑھاپا تو جانے کی چیز نہیں ایسے شخص کو کفارہ کا حکم ہے (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰/ ۵۴۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایسے مریض کیلئے فدیہ مستحب ہونے کی صورت بیان کرتے ہوئے فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: اگر واقعی کسی ایسے مرض میں مبتلا ہے جسے روزہ سے ضرر پہنچتا ہے تو تا حصولِ صحت اُسے روزہ قضا کرنے کی اجازت ہے اُس کے بدلے اگر مسکین کو کھانا دے تو مستحب ہے، ثواب ہے، جبکہ اُسے روزہ کا بدلہ نہ سمجھے اور سچے دل سے نیت رکھے کہ جب صحت پائے گا جتنے روزے قضا ہوئے ہیں ادا کرے گا۔'' (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰/۵۲۱ ،رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صاحبِ بہارشریعت صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ : اگر وہ قضا کے روزے گرمیوں میں نہ رکھ سکے تو گرمیوں کے بجائے سردیوں میں روزہ رکھے کیونکہ سردیوں کے دن بھی چھوٹے ہوتے ہیں اور موسم بھی ٹھنڈا ہوتا ہے، اس میں ضروری نہیں کہ وہ مسلسل روزے رکھے کہ بعض مریض اس کی طاقت نہیں رکھتے بلکہ چھوڑ چھوڑ کر بھی رکھ سکتا ہے اور جتنے روزے قضا ہوئے ان کی تعداد پوری کرے۔ اور اگر وہ سردیوں میں بھی روزہ نہیں رکھ سکتے تو انتظار کریں گے یہاں تک کہ بڑھاپے میں پہنچ کر ایسی کیفیت ہو جائے کہ روزہ رکھنے کی سکت نہ رہے کہ نہ اب روزہ رکھ سکتا ہے نہ آئندہ روزہ رکھنے کی امید ہو تو اس کیفیت پر پہنچنے والے شخص کو شیخِ فانی کہتے ہیں :

شیخ فانی کا حکم : شیخِ فانی کے لئے حکم یہ ہے کہ ایک روزے کے بدلے میں فدیہ دے یعنی دو وقت ایک مسکین کو پیٹ بھر کے کھانا کھلائے یا ایک صدقۂ فطر کی مقدار کسی مسکین کو دے۔ صدقۂ فطر کی مقدار دو کلو سے ۸۰ گرام کم گندم یعنی ایک کلو ۹۲۰ گرام یا اس کا آٹا یا اس کی رقم ہے۔ لیکن یاد رکھئے کہ اگر فدیہ دینے کے بعد اتنی طاقت آ گئی کہ اب روزہ رکھ سکتا ہے تو یہ فدیہ یا صدقہ نفل ہو جائیں گے اور اس کے لئے ان روزوں کی قضا کرنی ہوگی (درمختار ج ۳/۴۶۳ ردالمحتار، ج ۳/۴۷۱، بہارِ شریعت ج ۱۰۰۶/۲)

فدیہ کا مصرف وہی ہے جو زکواۃ کا مصرف ہے اس لئے براہ راست مدرسہ یا مسجد میں دینا یا اس کی تعمیری کام میں لگانا جائز نہیں البتہ مدرسے کے مستحق طلبہ کو فدیہ کی رقم یا اس رقم سے راشن وغیرہ خرید کر دیا جاسکتا ہے۔اور اگر ضرورت شریعہ متحقق ہو تو حیلۂ شرعی کے بعد مدرسے کے لئے استعمال کرنا جائز ہوگا کیونکہ دین کا تحفظ ضرورت شرعی کی بنیادی کڑی ہے اسی سے اسلام کی بقا ہے :

قرآن کریم میں ہے : انما الصدقت للفقرآء و المسکین و العملین علیہا و المؤلفة قلوبہم و فی الرقاب و الغرمین و فی سبیل الله و ابن السبیل فریضة من الله و الله علیم حکیم (التوبة، الاية: ٦٠)

بحرالرائق میں ہے: (قوله فإن لم یستطع الصوم أطعم ستین فقیرا کالفطرة أو قیمته) و أشار بذکر الفقیر إلی أنه المراد فی الآیة فالمسکین والفقیر سواء فیہا وأفاد بقوله کالفطرة أی کصدقة الفطر أنه لا یجوز إطعام أصله وفرعه وأحد الزوجین ومملوکه والہاشمی وأنه یجوز إطعام الذمی؛ لأن مصرفہا مصرفہا وہو مصرف الزکاة إلا الذمی فإنه مصرف فیما عدا الزکاة ....(قوله؛ لأن مصرفہا مصرفہا) أی: مصرف الکفارة مصرف الفطرة وہو أی مصرف الفطرة مصرف الزکاة (البحر الرائق ج ٤/ ١١٦ دارالکتاب الاسلامی)

درمختار میں ہے : باب المصرف أی مصرف الزکاة و العشر، وأما خمس المعدن فمصرفه کالغنائم (ہو فقیر، وہو من له أدنی شیء) أی دون نصاب أو قدر نصاب غیر نام مستغرق فی الحاجة (الدر المختار وحاشیة ابن عابدین /رد المحتار ج ٣٣٩/٢)

باب المصرف : (قوله: أی مصرف الزکاة و العشر) یشیر إلی وجه مناسبته ہنا،

والـمـراد بـالعشر ما ينسب إليه كما مر فيشمل العشر ونصفه المأخوذين من أرض الـمسـلـم وربـعه المأخوذ منه إذا مر على العاشر أفاده ح .وہو مصرف أيـضـا لـصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة كما فى القهستانى(الدر المختار وحاشية ابن عابدين /رد المحتار ج ٢/ ٣٦٨)۔

(و صـدقة الفطر كالزكاة فى المصارف) وفى كل حال (إلا فى) جواز (الدفع إلى الذمى) وعدم سقوطها بهلاك المال وقد مر(قوله: فى المصارف) أى المذكورة فـى آية الـصـدقات إلا العامل الغنى فيما يظهر ولا تصح إلى من بينهما أولاد أو زوجية ولا إلـى غنى أو ہاشمى ونحوہم ممن مر فى باب المصرف، وقدمنا بيان الأفضل فى المتصدق عليه (قوله: وكل حال) ليس المراد تعميم الأحوال مطلقا مـن كـل وجـه فـإن لكل شروطا ليست للأخرى؛ لأنه يشترط فى الزكاة الحول والـنصاب النامى والعقل والبلوغ وليس شىء من ذلك شرطا ہنا بل المراد فى أحـوال الـدفـع إلـى الـمـصـارف مـن اشتراط النية واشتراط التمليك فلا تكفى الإبـاحة كما فى البدائع ہذا ما ظہر لى تأمل (الدر المختار وحاشية ابن عابدين /رد المحتار ج ٢/ ٣٦٨)

درمختار میں ہے : يـجـب نـصف صـاع مـن بـر او دقيـقة او سويقة او صـاع تمر او شـعيـر ولـو روئبا، ومالم ينص عليه كذرة وخبز يعتبر فيه القيمة (الدر المختار: (باب صدقة الفطر ج ٢/ ٣٦٤)

حاشیۃ الطحطاوی میں ہے :وہـى نـصف صـاع من بر أو دقيقه أو سويقه أوصـاع تمر أو زبيب أو شعير (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح / ٣٩٥)

شـامـی میں ہے : فـان عـجـز عـن الصوم اطعم ستين مسكيناً كالفطرة وفى

الشـامية (قـولـه كـالـفطرة قدراً) ای نصف صـاع من براصاع من تمر او شعير (درالمختار باب الكفارة ج ٣/ ٤٧٨/٤٧٩)

الفقہ الاسلامی میں ہے : وكـمـا ہـو الـمـقـرر فی صدقة الفطر (الفقه الاسلامی ج ٣/ ٤٩٤ كتـاب الـنـذرالاسـلامـی و ادلتـه لـلـزحيلی) و مصـارف الفدية و النذور الـمـطـلـقة و الـكـفـارات و الـصـدقـات الـواجبة: ہی مصـارف الزكاة .(الـفقـه الاسـلامـی و ادلتـه ج ٣/ ١٧٥٤كتـاب الـصـوم، الـمبـحث الثـامن، المطلب الثالث)

صدقۂ فطر کی مقدار گیہوں میں نصف صاع ہے کھجور، جواور کشمش سے صدقۂ فطر کی مقدار پوراایک صاع ہے۔نصف صاع کا وزن موجودہ اوزان کے اعتبار سے جو رائج ہے وہ دوکیلو پینتالیس گرام گیہوں یا اس کی قیمت ہے :

ہندیہ میں ہے : وإنـمـا تجب صدقة الفطر من اربعة أشياء من: الحنطة، و الشعير، و التمـر،والـزبيب،كذا فی خزانة المفتين وہی نصف صـاع من بر،أو صـاع من شـعيـر أو تـمـرثـم قيل:يـجـوز اداؤه بـإعتبـارالعين،والأحوط أن يـراعـی فيـه الـقيـمة،ہـكـذافی محيط السرخسی و ذكرفی الفتاوی أن أداء القيمة أفضل من عين المنصوص عليه۔(الفتاوی الہندية،الباب الثامن فی صدقة الفطر،ج ١/ ٢٥٣)

صدقۂ فطر کی مقدار باعتبار تحقیق: گیہوں یا اس کا آٹا یا ستو آدھا صاع (یعنی دوکلو میں ۸۰ گرام کم) (یا ان کی قیمت) کھجور یا مُنقّیٰ یا جو یا اس کا آٹا یا ستو ایک صاع (یعنی چار کلو میں ۱۶۰ گرام کم) (یا ان کی قیمت) یہ ایک صدقۂ فطر کی مقدار ہے۔(عالمگیری ج۱/۱۹۱۔درمختار ج۳/۲۷۳)

بہار شریعت میں ہے : اعلٰی درجہ کی تحقیق اور احتیاط یہ ہے کہ : صاع کا وزن تین سو(۳۵۱)اکاون

روپے بھر ہےاور نصف صاع ایک سو(۱۷۵) پچھتر رروپے اُٹھنی بھر اوپر۔ (بہارِ شریعت ج ا ص ۹۳۹)
ان چار چیزوں کے علاوہ اگر کسی دوسری چیز سے فطرہ ادا کرنا چاہے، مثلاً چاول، جوار، باجرہ یا اور کوئی غلہ یا اور کوئی چیز دینا چاہے تو قیمت کا لحاظ کرنا ہوگا یعنی وہ چیز آدھے صاع گیہوں یا ایک صاع جو کی قیمت کی ہو، یہاں تک کہ روٹی دیں تو اس میں بھی قیمت کا لحاظ کیا جائے گا اگر چہ گیہوں یا جو کی ہو۔ (اَیضاً)۔
احادیث میں صدقۂ فطر کی مقدار چار چیزوں سے متعین کی گئی ہے : (۱) ایک صاع جو (۲) ایک صاع کھجور (۳) ایک صاع منقّی (۴) آدھا صاع گیہوں :
صحیح البخاری میں "ابواب صدقة الفطر" کے "باب صاع من زبیب" میں ہے : عن ابی سعید الخدری رضی الله تعالی عنه کنا نعطیها فی زمان النبی صلی الله تعالی علیه وسلم صاعا من طعام او صاعا من تمر او صاعا من شعیر او صاعا من زبیب۔ فلما جاء معاویة وجائت السمراء قال اری مدّاً من ہذا یعدل مُدّینِ (بخاری) (یعنی : صحابی رسول حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ ہم صحابہ کرام، نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں کھانے کی چیزوں سے ایک صاع (یعنی) کھجور سے ایک صاع، جو سے ایک صاع، اور منقی سے ایک صاع نکالتے تھے، پھر جب امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا دورِ خلافت آیا اور گیہوں آنے لگا تو انہوں نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ ایک مُدْ گیہوں دو مُد جو کے برابر ہے) اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی اس قرارداد کو صحابہ کرام نے تسلیم کیا اس لئے اس پر صحابہ کرام کا اتفاق ہوگیا :
مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص، حدیث میں مذکور ان چار چیزوں میں سے کسی ایک سے صدقۂ فطر ادا کرنا چاہے تو اس کو وہ مقدار دینا ضروری ہے جس کا حدیث میں بیان ہے : اور ہمارے ائمہ کرام نے یہ بھی اختیار دیا کہ ان چاروں چیزوں میں سے کسی ایک کی قیمت دے کر بھی صدقہ فطر ادا کرسکتا ہے بلکہ قیمت دینا افضل ہے۔ یوں ہی ان چاروں چیزوں کے علاوہ دیگر اناجوں سے بھی صدقہ

فطر ادا کرسکتا ہے اور اس صورت میں اُن چار چیزوں میں سے کسی ایک کی قیمت کا اعتبار ضروری ہوگا۔ مثلاً اگر کوئی چاول یا مسور یا چنا سے صدقۂ فطر ادا کرنا چاہے تو ضروری ہے کہ اس چاول وغیرہ کی قیمت ایک صاع (یعنی: چار کلو چورانوے گرام) جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع منقی یا آدھے صاع (یعنی: دو کلو سینتالیس گرام) گیہوں کی قیمت کے برابر ہو:

علامہ علائو الدین حصکفی رحمہ اللہ القوی تحریر فرماتے ہیں : تجب نصف صاع من بر او دقیقه او سویقه او زبیب او صاع تمر او شعیر ولو ردیئا، وما لم ینص علیه کذرة وخبز یعتبر فیه القیمة، ودفع القیمة افضل من دفع العین علی المذهب"(الدر المختار ملتقطا ص ۳۱۸ الی ۳۲۲)۔ صدرالشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں : صدقۂ فطر کی مقدار یہ ہے کہ گیہوں یا اس کا آٹا یا ستّو نصف صاع، کھجور یا منقے یا جو یا اس کا آٹا یا ستّو ایک صاع" (بہار شریعت حصہ ۵/) مزید تحریر فرماتے ہیں : ان چار چیزوں کے علاوہ اگر کسی دوسری چیز سے فطرہ ادا کرنا چاہے، مثلاً چاول، جوار، باجرہ یا اور کوئی غلّہ یا اور کوئی چیز دینا چاہے تو قیمت کا لحاظ کرنا ہوگا یعنی وہ چیز آدھے صاع گیہوں یا ایک صاع جو کی قیمت کی ہو، یہاں تک کہ روٹی دیں تو اس میں بھی قیمت کا لحاظ کیا جائے گا اگر چہ گیہوں یا جو کی ہو: (بہار شریعت حصہ ۵/)۔ مذکورہ بالا تفصیلات سے واضح ہے کہ اگر امیروں نے بھی نصف صاع گیہوں یا اس کی قیمت کا روپیہ یا کوئی دوسرا غلہ دے دیا تو صدقۂ فطر سے بری الذمہ ہو جائیں گے : لیکن اغنیاء اور مالداروں کے لئے یہ ضرور بہتر ہے کہ وہ قیمت میں اس کا اعتبار کریں، جس میں فقیروں کا زیادہ نفع ہو، اسی وجہ سے ایک قول مفتی بہ کے مطابق قیمت دینا افضل کہا گیا ہے کہ روپیہ پیسہ سے فقیروں محتاجوں کی ہر طرح کی ضرورتیں زیادہ پوری ہوسکتی ہیں :

یہاں یہ امر ملحوظ رہے کہ جس طرح عام دنیاوی معاملات، یعنی کھانے، پہننے اور رہائش اور سواری کے ذرائع وغیرہ امور میں اغنیاء اپنی شان بلند رکھنے میں بڑا اہتمام کرتے ہیں، ایک متوسط درجہ کا آدمی ساٹھ

ستر روپیہ میٹر والا کپڑا پہن کر زندگی گزار لیتا ہے،لیکن مالدار لوگ ہزار دو ہزار روپیہ میٹر سے کم قیمت والے کپڑے پہننے میں اپنی کسرِ شان سمجھتے ہیں : ایک عام آدمی کھانے میں دال چاول سبزی پر گزارہ کرلیتا ہے،لیکن عشرت پسندوں کا دسترخوان جب تک رنگا رنگ کھانوں سے آراستہ نہ ہوانہیں آسودگی نہیں ہوتی۔اسی طرح دیگر بہت سارے امور میں بھی وہ اپنی رفعِ شان کی تدبیریں کرتے ہیں،لہذا صدقۂ فطر کی ادائیگی میں بھی انھیں اپنی حیثیت کا خیال مناسب ہے(وفـــی ذلك فـلـيتـنـــافـــس الـمتـنـافسـون) ۔ اس لئے اگر مالدار طبقہ کے لوگ،اعلی درجہ کی چار کلو سو گرام کھجور کی قیمت،یا چار کلو سو گرام منقی کی قیمت سے اپنا اور اپنے اہلِ خانہ کا صدقۂ فطر ادا کریں تو اس طریقہ کے افضل اور بہتر ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا۔کیوں کہ اس میں محتاجوں فقیروں کی زیادہ نفع رسانی اور حاجت روائی ہے:

فقط واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم :

....

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

(خلیفئہ حضور تاج الشریعہ و محدث کبیر و خادم فخر ازہر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی ہاسپیٹ وجے نگر —وڈو— کمپلی بلاری و گنتکل آندھرا پردیش و مدرس و شیخ الحدیث مدرسہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ جامعۃ البنات ولاء روڈ سنتے پیٹ و ناظم نشرو اشاعت آل کرناٹکا سنی علماء بورڈ کرناٹك الھند)

۱۹۔ روزے کی حالت میں خون کا عطیہ دینا

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ حالت روزہ میں کسی کو خون کا عطیہ دینا یا روزے کی حالت میں خون ٹیسٹ کرانے کے لئے خون دینا کیا اس عمل کے بعد روزہ فاسد ہوگا یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی اس کا جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں : المستفتی: محمد صابر خان دہلی :

الجواب : باسم ملہم الصواب : صورت مسئولہ میں روزے کی حالت میں خون کا عطیہ دینے یا ٹیسٹ کرانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا اور نہ ہی اس میں کوئی خرابی آئے گی البتہ خون دینے سے اگر ایسی کمزوری پیدا ہو جائے کہ روزہ رکھنے کی طاقت مفقود ہو جائے یا یا روزہ رکھنے کی صلاحیت وقوت کے چلے جانے کا غالب گمان ہو یا کوئی خطرہ یا دیگر کوئی عذر شرعی ہو تو اس صورت میں خون کا عطیہ دینا یا ٹیسٹ کرانے کے لئے خون نکلوانا سے روزہ مکروہ ہوگا :

مشکواۃ میں ہے : وعن ثابت البناني قال: سئل أنس بن مالك: كنتم تكرہون الحجامة للصائم على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا إلا من أجل الضعف رواه البخارى (مشكوٰة المصابيح ج ١/ ٦٢٧) ثابت بنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ انس بن مالک سے دریافت کیا گیا کہ کیا زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ لوگ حالت روز میں پچھنا لگوانے کو مکروہ جانتے تھے تو انہوں نے کہا نہیں مگر کمزوری کے باعث :

بخاری میں ہے : عن ابن عباس قال: احتجم النبى و هو صائم۔(بخارى شريف، باب الحجامة والقيى للصائم، نمبر ١٩٣٩) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ

انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی حالت میں پچھنا لگوایا :

ترمذی میں ہے : عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ثلث لایفطرن الصائم: الحجامة و القئی و الاحتلام (ترمذی باب ما جاء فی الصائم یذرعه القئی / ۷۱۹/۱۵۲/ ابو داؤو: فی الصائم یحتلم نہارا فی شہر رمضان / ۳۳۰ نمبر ۲۳۷٦ بخاری باب الحجامة والقئی للصائم نمبر ۱۹۳۸) ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں یعنی پچھنا لگوانا یا قے کا ہونا یا احتلام کا ہونا روزہ کو نہیں توڑتا :

روزہ توٹ جانے کا بنیادی واصولی اور مستحکم قاعدہ یہ ہے کہ کوئی چیز جسم کے اندر داخل ہو تو روزہ فاسد ہوتا ہے اور اگر کوئی چیز بدن کے اندر سے باہر نکلے تو روزہ نہیں ٹوٹتا ہے اس کے برعکس کوئی چیز باہر نکلے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور داخل ہونے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے : جیسے پیشاب ، پیخانہ ، مذی ، ودی اور ہوا بدن کے اندر سے نکلتا ہے جس کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر روزہ نہیں ٹوٹتا اور پانی، کھانا اور دوا باہر سے اندر داخل ہو تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے مگر وضو نہیں ٹوٹتا ہے :

اوسط ابن منذر میں ہے : سیدنا عبدالله بن عباس رضی الله عنه نے فرمایا الافطار مما دخل ولیس مما خرج والوضوء مما خرج ولیس مما دخل(الاوسط لابن المنذر ج ۱/ ۱۸۵ ث ۸۱ و سنده صحیح) اگر کوئی چیز داخل ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور نکلنے سے نہیں ٹوٹتا۔ اگر کوئی چیز باہر نکلے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور داخل ہونے سے نہیں ٹوٹتا :

بخاری میں ہے : سیدنا عبداللہ بن عباس اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے : الصوم مما دخل ولیس مماخرج الخ (صحیح البخاری ج ۱/ ۲٦۰/باب الحجامه و القئی للصائم) جسم میں کوئی چیز داخل ہو جائے تو روزہ (ٹوٹ جاتا) ہے اور نکلے تو روزہ نہیں ٹوٹتا:

اس اثر کا مطلب وہی ہے جو فقہائے امت نے واضح کیا ہے کہ کسی چیز کے (منفذ ومعتاد اور قدرتی راستے

سے)داخل ہونے (اور پیٹ یا دماغ تک پہونچنے) سے روزہ فاسد ہوتا ہے :

روزے کی حالت میں بدن سے خون نکالنا یہ تو ظاہر ہے کہ روزے کی حالت میں بدن سے خون نکالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا؛ کیوں کہ روزے کو فاسد وہ چیز کرتی ہے، جو بدن میں داخل ہو، نہ کہ وہ جو خارج ہو؛ جیسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے مرفوعاً مروی ہے کہ روزے کا ٹوٹ جانا ان چیزوں سے ہے، جو داخل ہونے والی ہیں، نہ کہ ان سے جو خارج ہونے والی ہیں :

مسند ابویعلی میں ہے : عن عائشة رضى الله عنها قالت: دخل رسول الله صلى الله عليه و سلم فقال: يا عائشة! هل من كسرة فاتيتهُ بقرص، فوضعهُ علىٰ فيه وقال: يا عائشة! هل دخل بطنى منه شىء؟ كذلك قبلة الصائم، إنما الإفطار مما دخل وليس مما خرج (مسند ابويعلىٰ: ج ٦٧/٨، الرقم، ٢٠٦٤، مجمع الزوائد مع بغية: ٣/ ٣٩٠، الرقم : ٤٩٧٠)

روزے کی حالت میں خون نکلنے یا نکلوانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ وہ بدن کے اندر سے نکلا ہے اور بدن کے اندر سے نکلنے کے باعث روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اس کی نظیر پچھنا لگوانا ہے کیونکہ اس سے بدن کا خون ہی نکالا جاتا ہے اور وہ روزہ کو فاسد نہیں کرتا ہے تو حالت روزہ میں کسی مضطر شخص کو خون دینا یا ٹیسٹ کے لئے خون دینا بھی روزے کو فاسد نہیں کرے گا البتہ ضعف و ناتوانی کا ظن غالب ہو تو روزے میں کراہیت آئے گی :

فتاوی ھندیہ میں ہے : ولابأس بالحجامة إن أمن على نفسه الضعف أما إذا خاف فإنه يكره وينبغى له أن يؤخر إلى وقت الغروب وذكر شيخ الإسلام شرط الكراهة ضعف يحتاج فيه إلى الفطر، والفصد نظير الحجامة ہكذا فى المحيط (الفتاوى الهنديه ج ١/ ٢٠٠، ط: دار الفكر) اور (حالت روزہ میں) پچھنا لگوانے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر ضعف و ناتوانی کا خوف نہ ہو اور اگر خوف ہے تو مکروہ ہے اس کے لئے غروب آفتاب

تک مؤخر کرنا مناسب ہے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ کراہیت کی وجہ ضعف ہے اور اس حالت میں روزہ توڑنے کا محتاج ہے اور فصد پچھنا لگوانے کی نظیر ہے اور ایسا ہی محیط میں ہے :

النہرالفائق''میں ہے : (و احتجم) لما أخرجه البخاری انهٗ علیه السلام احتجم وہو صائم(النہر الفائق، ج ۲ / ۱٦ /دار الکتب العلمیه) یا پچھنا لگوایا: اس کی تخریج صاحب بخاری نے کی ہے کہ: نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزے دار تھے :

البحرالرائق''میں ہے : لقولہٖ علیه السلام: الفطر مما دخل ولیس مما خرج، رواہ ابو یعلٰی فی مسندہٖ۔(البحر الرائق،ج :۲،ص :۲۷۸، ط:سعید) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ بدن کے اندر داخل ہونے والی چیزوں سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور بدن کے اندر سے نکلنے والی چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے :

روزہ کے ضروری مسائل میں ہے : روزہ کی حالت میں خون ٹیسٹ کرانے کے لئے یا عطیہ میں کسی مجبور شخص کو دینے کیلئے خون نکلوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، یوں ہی پیٹ یا دماغ میں زخم ہے اور اس میں دوا ڈالنے پر دوا پیٹ یا دماغ تک نہیں پہنچے گی یا پیٹ اور دماغ کے علاوہ بدن کے کسی اور حصہ پر زخم ہے تو روزہ کی حالت میں اس میں دوا ڈالنا اور اس کی مرہم پٹی کرانا جائز ہے۔(روزہ کے ضروری مسائل صفحہ/۴۲)

ان تمام عبارات مذکورہ بالا سے متحقق ہوا کہ روزے کی حالت میں ٹیسٹ کرانے یا کسی کو دینے کے لئے خون نکلوانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا البتہ ضعف و ناتوانی کا ظن غالب ہو تو روزہ مکروہ ہوگا ورنہ نہیں: یہاں تک کہ خون بدن میں ڈلوائے تو بھی روزہ فاسد نہیں ہوگا مگر حصول طاقت کے لئے نہ ہو ورنہ وہ عمل کراہیت سے خالی نہیں: کیوں کہ وہ معتاد راستوں (یعنی منفذ) سے نہیں، بلکہ رگوں یا مسامات کے

ذریعہ بدن میں جاتا ہے، جب کہ روزہ فاسد ہونے کے لئے ضروری ہے کے بدن کے معتاد راستوں سے کوئی چیز جسم کے اندر پہنچے اور خون نکالنے یا لگانے میں ایسا نہیں ہوتا، لہٰذا روزہ کی حالت میں خون نکالنے یا لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا البتہ بلاضرورت روزے کا احساس نہ ہونے کے لئے ایسا کرنا مکروہ ہے :

بدائع الصنائع میں ہے : وما وصل إلى الجوف أو إلى الدماغ عن المخارق الأصلية كالأنف والأذن والدبر بأن استعط أو احتقن أو أقطر فی أذنه فوصل إلى الجوف أو إلى الدماغ فسد صومه (بدائغ الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ٢/ ٩٣) فقط والله تعالیٰ اعلم ورسوله الاعظم صلى الله عليه وسلم :

....

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

(خلیفئه حضور تاج الشریعه و محدث کبیر و خادم فخر ازهر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی هاسپیٹ وجے نگر –وڈو– کمپلی بلاری و گنتکل آندهرا پردیش و مدرس و شیخ الحدیث مدرسه حضرت خدیجة الکبریٰ جامعة البنات ولاء روڈ سنتے پیٹ و ناظم نشرو اشاعت آل کرناٹکا سنی علماء بورڈ کرناٹك الهند)

۲۰۔ روزے کے کفارہ میں عورت دو ماہ کا لگا تار روزہ کیسے رکھے گی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ روزے کی حالت میں مرد نے عورت سے ہمبستری کرلیا تو اس صورت میں عورت کا روزہ ٹوٹ گیا اور روزے کی قضا اور کفارہ دونوں اس پر لازم آ گیا روزے کا کفارہ میں شریعت نے تین امور کا ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے (۱) غلام آزاد کرنا (۲) لگا تار دو مہینے تک روزہ رکھنا (۳) ساٹھ مسکین کو صدقۂ فطر کی مقدار غلہ یا قیمت دینا یا ساٹھ دن تک مسکین کو صبح وشام دو وقت کا کھانا کھلانا یا ساٹھ مسکین کو ایک ہی روز کھانا کھلانا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ عورت دو ماہ لگا تار روزہ کیسے رکھے گی جب کہ ہر ماہ اسے حیض کے مراحل سے گزرنا ہوتا ہے قرآن واحادیث کی روشنی میں اس کا جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں عین نوازش ہوگی : بینوا وتو جروا : سائلہ : مبین فاطمہ رئیسۃ المعلمات جامعہ نور فاطمہ کنولی ہاویری کرناٹک الہند :

الجواب : بعون اللہ الملک الوھاب : اللھم ہدایۃ الحق والصواب : صورت مسئولہ میں حائضہ کے لئے مدت حیض تک روزہ نہ رکھنے کی ممانعت کے باعث کفارہ کے روزے میں بھی اس وقفہ کو شریعت نے معاف کر دیا ہے یعنی حیض شروع ہونے کے بعد سے لیکر اس کے ختم ہونے تک درمیان میں جو وقفہ آتا ہے وہ عورت کے لئے شرعا معاف ہے کیونکہ حیض طبعی طور پر ایک ایسا امر ہے جو ہر ماہ قدرتی طور پر آتا ہے اور اس حالت میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے تو وہ لگا تار دو مہینہ روزہ رکھنے سے قاصر ہے اس لئے شریعت نے دو مہینے لگا تار روزہ رکھنے کی شرط سے حالت حیض والے وقفہ کو خارج کر دیا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ جب کفارہ کا روزہ رکھنا شروع کرے تو رکھتی چلی جائے جب حیض شروع ہو چھوڑ دے پھر جونہی خون آنا بند ہو رکھنا شروع کر دے اگر ایک دن بھی روزہ رکھنے میں خون بند ہونے کے بعد تاخیر کی تو پھر سے دوبارہ دو ماہ لگا تار روزہ رکھنا پڑے گا اس کے سوا اس روزے کے

درمیان رمضان نہیں آنا چاہئے کیونکہ رمضان کے مہینے میں دوسرا روزہ رکھنا درست نہیں ہے اگر آیا تو پھر سے دو مہینے کفارے کا روزہ رکھنا پڑے گا اور اسی طرح عید الفطر، عید الاضحیٰ اور ایام تشریق کا دن بھی نہیں آنا چاہئے کیونکہ ان دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں اگر آیا تو دوبارہ نئے سرے سے دو مہینے روزہ رکھنا پڑے گا اور اگر اس درمیان سفر کی تو سفر میں بھی روزہ رکھنا پڑے گا اگر ایک دن بھی روزہ رکھنا چھوڑ دی تو پھر شروع سے لگاتار دو ماہ روزہ رکھنے کی مدت پوری کرنی پڑے گی حیض کی مدت کے علاوہ جو بھی وقفہ روزہ رکھنے کے درمیان آئے گا وہ کفارہ کے روزے کو فاسد کر دے گا اور پھر دوبارہ سے روزہ رکھنا پڑے گا بیمار ہونے کے باعث بھی روزہ نہ رکھ سکی تو پھر سے دو ماہ روزہ رکھنے کی گنتی پوری کرنی پڑے گی ورنہ کفارہ ادا نہیں ہوگا : کفارے کے روزے کے درمیان حیض آجانے کا حکم مندرجہ ذیل ہے :

بدائع الصنائع میں ہے : اذا افطرت المرلة بسبب الحيض الذى لا يتصور خلو شهر عنه انها كما طهرت يجب عليها ان تصل وتتابع حتى لو تركت يجب عليها الاستقبال (بدائع الصنائع، ج ۲/ ۸۲/مطبوعه دار الحديث، مصر) روزہ کفارہ کے درمیان حیض آنے کے سبب عورت روزہ چھوڑے گی کہ عام طور پر کوئی مہینہ حیض سے خالی نہیں ہوتا، پھر پاک ہونے پر اس پر لازم ہوگا کہ باقی رہ جانے والے روزے کو مسلسل رکھے یہاں تک کہ اگر پاک ہونے کے بعد ایک دن بھی روزہ چھوڑا، تو نئے سرے سے کفارے کے روزے رکھنے ہوں گے۔

اسی طرح بہار شریعت میں ہے : اگر عورت نے رمضان کا روزہ توڑ دیا اور کفارہ میں روزے رکھ رہی تھی اور حیض آ گیا، تو سرے سے رکھنے کا حکم نہیں، بلکہ جتنے باقی ہیں اُن کا رکھنا کافی ہے:(بہار شریعت، ج ۲/۲۱۴/مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی) کفارہ ادا کرتے ہوئے اگر درمیان میں وہ ایام

آجائیں جن میں روزہ رکھنا ممنوع ہے،تو اس کا حکم مندرجہ ذیل ہے :

الجوہرۃالنیرۃ میں ہے : إذا كفر بالصيام و أفطر يوما لعذر مرض أو سفر فإنه يستأنف الصوم و كذا لو جاء يوم الفطر أو يوم النح أو أيام التشريق فإنه يستأنف (الجو هرة النيرة ج ۲/ ۱۳۸ مطبوعه كراچى) جب وہ روزوں کیساتھ کفارہ ادا کر رہا ہو اور مرض یا سفر کے عذر کے پیش نظر کسی دن افطار کر لے،تو وہ پھر سے کفارے کے روزے رکھے گا اسی طرح اگر یوم الفطر یا یوم النحر یا ایام تشریق درمیان میں آگئے تو بھی وہ پھر سے کفارے کے روزے رکھے گا :

اسی طرح تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق کے حاشیہ چلپی میں ہے : ولو أفطر یوما لعذر من مرض أو سفر فإنہ یستقبل الصیام وکذا لو جاء یوم الفطر أو یوم النحر أو أیام التشریق فإنہ یستقبل الصوم (حاشیہ چلپی معہ تبیین الحقائق،ج ۳/ ۱۰ مطبوعہ ملتان) اگر اس نے اک دن بھی مرض یا سفر کے عذر کی وجہ سے افطار کر لیا،تو وہ نئے سرے سے روزے رکھے،اسی طرح اگر یوم الفطر یا یوم النحر یا ایام تشریق درمیان میں آگئے،تو بھی وہ پھر سے کفارے کے روزے رکھے گا :

بہار شریعت میں ہے :روزے سے کفارہ ادا کرنے میں یہ شرط ہے کہ نہ اِس مدت کے اندر ماہ رمضان ہو،نہ عید الفطر،نہ عید اضحیٰ نہ ایام تشریق (بہار شریعت،ج ۲/ ۲۱۳ مطبوعہ مکتبہ المدینۃ،کراچی)

ردالمختار میں ہے : فان لم يجد صام شهرين متتابعين : فلو افطر ولو لعذر استانف الا لعذر الحيض (رد المحتار ج ۲/ ۱۰۹)

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے : ولو حاضت المرآة فى كفارة الصوم لا تستقبل و ان

افطرت لمرض استقبلت (الاختيار لتعليل المختار ج ۳/ ۱٦٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم :

....

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

(خلیفئہ حضور تاج الشریعہ و محدث کبیر و خادم فخر ازہر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی ھاسپیٹ وجے نگر –وڈو– کمپلی بلاری و گنتکل آندھرا پردیش و مدرس و شیخ الحدیث مدرسہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ جامعۃ البنات ولاء روڈ سنتے پیٹ و ناظم نشرو اشاعت آل کرناٹکا سنی علماء بورڈ کرناٹک الھند)

۲۱۔ غیر مسلم کے افطار پارٹی میں جانا کیسا ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ غیر مسلم کے افطار کی پارٹی میں جانا کیسا ہے قرآن اور حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں : المستفتی : محمد جعفر صادق رضوی کیشیر فیضان تاج الشریعہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ وڈو وا یکٹیو ممبر جماعت رضائے مصطفیٰ ہاسپیٹ و جے نگر کرناٹک الہند :

الجواب : بعون الملك الوهاب: اللهم هداية الحق والصواب : صورت مسئولہ میں اگر کوئی غیر مسلم (یعنی کافر) مسلمان کو افطار کی دعوت دے اور مسلمان کو یہ معلوم ہو کہ وہ جو کھانا کھلا رہا ہے اس میں کسی نجس چیز کی ملاوٹ نہیں ہے تو اسکی دعوت کو قبول کرنا جائز ومباح ہے :

فتاوی ہندیہ میں ہے : الأكل مع المجوسي و مع غيره من أهل الشرك أنه هل يحل أم لا و حكى عن الحاكم الإمام عبد الرحمن الكاتب أنه ان ابتلى به المسلم مرة أو مرتين فلا بأس به، وأما الدوام عليه فيكره، كذا في المحيط (الباب الرابع عشر في أهل الذمة والأحكام الَّتِي تعود إليهم ج ٥/ ٣٤٧) مجوسی یا اس کے علاوہ کسی مشرک کے ساتھ کھانا جائز ہے یا نا جائز تو حاکم امام عبدالرحمٰن کاتب سے حکم بیان کی گئی کہ اگر مسلمان ایک یا دو مرتبہ اس میں مبتلی ہوا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اسی پر قائم رہا تو مکروہ ہے جیسا کہ محیط میں ہے :

ہندیہ میں ہے : وذكر القاضي الإمام ركن السلام على السغدي أن المجوسي اذا كان لا يزمزم فلا بأس بالأكل معه وإن كانَ يزمزم فلا يأكل معه؛ لأنهُ يظهر الكفر والشرك، ولا يأكل معه حال ما يظهر الكفر والشرك، ولا بأس بضيافة الذمي وإن لم يكن بينهما إلا معرفة، كذا في الملتقط .وفي التفاريق: لا بأس بأن يضيف كافرا لقرابة أو لحاجة، كذا في التمرتاشي (الباب الرابع عشر في أهل

الذمة والأحكام الَّتِى تعود إليهم ج ٥/ ٣٤٧) اور قاضی امام رکن السلام علی السغدی نے ذکر کیا کہ اگر مجوسی متشدد نہ ہو تو اس کے ساتھ کھانے میں حرج نہیں ہے اور اگر متشدد ہو تو اس کے ساتھ نہ کھائے کیونکہ وہ کفر وشرک کا اظہار کرے گا اور اس کے ساتھ کفر وشرک کے اظہار کی حالت میں نہ کھائے اور ذمی کی ضیافت میں کوئی حرج نہیں ہے اگر ان دونوں کے درمیان پہچان ہے جیسا کہ ملتقط میں ہے اور تفاریق میں ہے کہ کافر کی دعوت قرابت و وجاحت کی وجہ سے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ تمر تاشی میں ہے :

فتاوی ہندیہ میں ہے : ولاباس بالذهاب الى ضيافة اهل الذمة:ہكذا ذكر محمد - رحمه الله تعالى - و فى أضحية النوازل: المجوسى أو النصرانى اذا دعا رجلا الى طعامه تكره الإجابة، و إن قال: اشتريت اللحم من السوق فإن كان الداعى نصرانيا فلا بأس به (الباب الرابع عشر فى أہل الذمة والأحكام الَّتِى تعود إليهم ج ٥/ ٣٤٧) ذمی کے یہاں دعوت کھانے کے لئے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ محمد علیہ الرحمہ نے ذکر فرمایا اور اضحیۃ النوازل میں ہے کہ مجوسی یا عیسائی جب کسی کو اپنے یہاں کھانے کی دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرنا مکروہ ہے اور اگر کہے کہ میں نے گوشت بازار سے خریدا ہے تو اگر دعوت دینے والا عیسائی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے (یہ اس عیسائی کی بات ہے جو اہل کتاب تھے موجودہ وقت کا عیسائی کافر ومشرک ہے اس کے قول کا اعتبار نہیں اور اس کے یہاں گوشت کھانا حرام ہے)

افطار کرانا رمضان میں ہی ہوتا ہے اور کافر میں کوئی کوئی ہی اتفاقیہ کراتا ہے اور اس میں ناپاک اشیاء کی ملاوٹ بھی نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی گوشت کا وجود ہوتا ہے نہ ہی ایسے محفل میں فعل کفر وشرک کا اظہار ہوتے دیکھا اور نہ ہی سنا گیا شدت پسند ایسے اجلاس کو پسند ہی نہیں کرتا ہے تو اس کے افطار کی دعوت دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے البتہ الیکشن جیتنے اور ووٹ حاصل کرنے کے لئے لیڈران ووٹرز کو لبھانے کے لئے افطار پارٹی کراتے ہیں اس میں شرکت سے بچنا لازم ہے کیونکہ اس میں رشوت کا شائبہ ہے اس کے

علاوہ دوسرے غیر مسلم کے یہاں جب یقین ہو کہ حلال چیزوں سے افطار کرائیگا اور اس کے باعث مسجد کی جماعت بھی فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو اس دعوت افطار قبول کرنے اور کھانے میں کوء حرج نہیں جو مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہے اگر کوئی غیر مسلم بوقت افطار موجود ہو تو اس کو بھی کھانے میں شامل کر سکتے ہیں اس میں بھی کوء حرج نہیں: اور اگر گوشت ہو تو دیکھا جائے گا کہ ذبح کس نے کیا ہے اگر مسلمان نے ذبح کیا ہو اور ذبح کے وقت سے لے کر پکانے اور کھلانے کے وقت تک مسلمانوں کی نگہداشت میں ہو اور ایک پل بھی اس کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہوا ہو تو اس کا کھانا بھی جائز ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو اس کا کھانا حرام ہے :

جیسا کہ محقق علی الاطلاق فاضل بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ: وہ چیزیں جو خاص ہندؤں کے کھانے کے ہیں ہاں ہندوؤں کے یہاں کا کھانا اگر گوشت ہو تو حرام ہے . اور اس کے سوا اور چیزیں مباح ہیں. جب تک کہ ان کی حرمت یا نجاست کی تحقیق نہ ہو اور بچنا اولی ہے. (فتاوی رضویہ ج ۹ نصف ثانی/ ۲٦۱)۔

مزید محقق علی الاطلاق فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ : ہندوؤں کے یہاں کا گوشت حرام ہے جب تک وہ گوشت اس جانور کا نہ ہو جسے مسلمان نے ذبح کیا اور اس وقت تک مسلمان کی نظر سے غائب نہ ہوا باقی کھانے اگر ان میں وجہ حرمت نہ معلوم ہو تو حلال ہیں۔(فتاوی رضویہ ج /۹٦) نیز فرماتے ہیں کہ : ہندوؤں کے یہاں کا کھانا اگر گوشت ہے حرام ہے اور اس کے سوا اور چیزیں مباح ہیں، جب تک ان کی حرمت یا نجاست تحقیق نہ ہو، اور بچنا اولی ہے (فتاوی رضویہ ج ۲۱/ ٦٦٨)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ: کافر کے افطار کی دعوت کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ مذکورہ بالا امور سے خالی ہو : فقط واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم :

كتبه : محمد مقصود عالم فرحت ضيائی خليفئه حضور تاج الشريعه و محدث كبير و خادم فخر ازهر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی ھاسپیٹ وجے نگر۔وڈو۔کمپلی بلاری و مدرس حضرت خديجة الكبرىٰ جامعة البنات ولائی روڈ سنتے پیٹ ھاسن کرناٹك الهند :

(۲۲)۔معتکف کا پردہ کرنا اور پردے میں بیٹھنا ضروری ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ کیا معتکف کا اعتکاف میں بیٹھنے کے لئے پردہ کرنا اور پردے میں بیٹھنا ضروری ہے اگر پردہ نہ لگائے تو کوئی حرج واقع ہوگا یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں : المستفتی : محمد جعفر صادق رضوی کیشیر فیضان تاج الشریعہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ وڈو وایکٹیو ممبر جماعت رضائے مصطفیٰ ہاسپیٹ وجے نگر۔وڈو بلاری۔کرناٹک الہند :

الجواب : بالله التوفيق : صورت مذکورہ مسئولہ میں معتکف کا اعتکاف میں بیٹھنے کے لئے چادر سے گھیر کر یا کپڑا ڈال کر بیٹھنے کی جگہ کو چھپانا اور پردہ کرنا کوئی امر ضروری نہیں کیوں کہ یہ شرعا نہ فرض ہے نہ واجب اور نہ ہی سنت مؤکدہ بلکہ یہ ایک امر مستحب ہے : سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چٹائی کا حجرہ بنانا ثابت ہے اور بغیر خیمہ بنائے بھی اعتکاف میں بیٹھنے کا ذکر ہے :

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے : عن عائشة رضی الله عنها قالت كان رسول الله صلی الله عليه وسلم اذا ارد ان يعتكف صلى الفجرثم دخل فی معتكفه رواه ابو داودوابن ماجه(قوله صلى الفجرثم دخل فی معتكفه بصيغة المفعول ای مكان

اعتكافة- الى قوله- وتاولواالحديث بانه صلى الله عليه وسلم دخل المعتكف وانقطع وتخلى بنفسه فانه كان فى المسجد يتخلى عن الناس فى موضع يستتر به عن اعين الناس كما ورد انه اتخذ فى المسجدحجرة من حصير (مرقاة شرح مشكوة ج ٤/ ٣٢٩/ باب الاعتكاف الفصل الثانى/ هكذانى التعليق الصبيح شرح مشكوة المصابيح ج ٢/ ٤١٥) جب صبح کی نماز پڑھتے تو اس اعتکاف کیلئے اس حجرہ میں داخل ہوتے جو بورے سے بنا ہوتا تھا تا کہ لوگوں سے الگ رہیں :

بخاری میں ہے : عن عائشة رضى الله عنها،" ان النبى صلى الله عليه وسلم اراد ان يعتكف، فلما انصرف إلى المكان الذى اراد ان يعتكف إذا اخبية خباء عائشة، وخباء حفصة، و خباء زينب، فقال: آلبر تقولون بهن، ثم انصرف، فلم يعتكف حتى اعتكف عشرا من شوال(بخارى كتاب الصوم باب الاعتكاف) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کا ارادہ کیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ تشریف لائے (یعنی مسجد میں) جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کا ارادہ کیا تھا۔ تو وہاں کئی خیمے موجود تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی، حفصہ رضی اللہ عنہا کا بھی اور زینب رضی اللہ عنہا کا بھی، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ انہوں نے ثواب کی نیت سے ایسا کیا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے اور اعتکاف نہیں کیا بلکہ شوال کے عشرہ میں اعتکاف کیا :

مجالس الابرار میں ہے : واصله ما فى الصحيحين انه عليه السلام اعتكف العشر الاول من رمضان ثم اعتكف العشر الا وسط فى قبة تركية ثم اطلع راسه (مجالس الابرار باب الاعتكاف) حضرت رسول الله صلى الله عليه واله وصحبه وسلم نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف فرمایا پھر درمیانی

عشـره میں تـرکـی خیـمـه میں (اعتـکـاف فرمایا) پھر سر باہر نکال کر فرمایا (مجالس الابرار/ ۲۰۳ مجلس/ ۳۱)۔

مسلم میں ہے : عـن عـائشة رضی الله عنہا، قالت: "کـان رسول الله صلی الله علیـه وسـلـم إذا اراد ان یعتکف صلی الفجر، ثم دخل معتکفه، وإنه امر بخبائه فـضـرب، اراد الاعتکاف فی العشر الاواخر من رمضـان، فامرت زینب بخبائہا فـضـرب، وامـر غیـرہـا مـن ازواج النبی صلی الله علیه وسلم بخبائه فضرب، فـلـمـا صـلـی رسول الله صلی الله علیه وسلم الفجر، نظر فإذا الاخبیة، فقال: آلبر تردن فامر بخبائه فقوض، وترك الاعتکاف فی شہر رمضـان، حتی اعتکف فـی الـعشـر الاول من شـوال (مسلم کتاب الصوم باب الاعتکاف) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ارادہ کرتے اعتکاف کا تو صبح کی نماز پڑھ کر اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جاتے اور ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مسجد میں اپنے لئے خیمہ لگانے کا) حکم فرمایا (اور وہ لگا دیا گیا) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے عشرہ اخیر میں (خیمہ میں داخل ہو کر اعتکاف کا) ارادہ کیا پھر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا ان کا بھی خیمہ لگا دیا اور دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے کہا: ان کے بھی خیمے لگا دیئے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھ چکے تو سب خیموں کو دیکھا اور فرمایا: ''ان لوگوں نے کیا نیکی کا ارادہ کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے رمضان کے مہینے کا اعتکاف ترک فرمادیا پھر شوال کے عشر اول میں اعتکاف کیا :

اس سے واضح ہوا کہ پردہ لٹکانا کوئی امر ضروری نہیں ہے کیونکہ پہلے عشرہ میں خیمہ کے اندر داخل ہوئے بغیر اعتکاف فرمایا پھر درمیانی عشرہ میں ترکی خیمہ میں تشریف لے گئے تو پردہ لگانا اور نہ لگانا دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا : اعتکاف میں پردے صرف اس لئے لٹکائے جاتے ہیں کہ معتکف کو عبادت میں ریا کا خیال نہ آئے اور سونے میں " شرمگاہ وغیرہ کھل جائے تو پردہ رہے جماعت کے وقت

میں اچھا یہ ہے کہ پردہ کو اٹھا کر صف سیدھی و مکمل کی جائے اور اگر پردہ کو نہیں اٹھاتے ہیں اور صف متصل سیدھی رہے تو پردے لٹکے رہنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ پردہ کا تعلق مسجد ہونے یا نہ ہونے سے نہیں اور نہ ہی مسجد کی انتظامیہ کو اختیار ہے کہ مسجد کے کسی حصہ کو غیر مسجد قرار دے۔ معتکف کو پردے میں بیٹھنا لازم نہیں ہے، بہتر ہے: رات میں ان چٹائیوں کو اٹھا کر جو مسجد میں بچھی ہوئی ہوتی تھیں اس سے گھیر کر ایک حجرہ کی طرح بنادیا جاتا تھا اس کے اندر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عبادت فرمایا کرتے تھے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ معتکف اپنا منہ چھپا کر رکھے نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ معتکف پردے کے اندر رہے ورنہ اعتکاف ٹوٹ جائے گا، لوگوں کا یہ کہنا درست نہیں ہے (وقار الفتاوی ۲/۴۳۴)

اس زمانے میں پردہ لٹکانے میں معتکف کا عبادت سے دوری اختیار کرنے موائیل میں مشغول ہونے اور سوتے رہنے بلکہ بعض صورتوں میں قطع صف کا بھی احتمال ہے بہتر یہ ہے کہ پردہ نہ لٹکایا جائے : فقط والله تعالیٰ اعلم ورسوله الاعظم صلی الله علیه وسلم :

کتبه : محمد مقصود عالم فرحت ضیائی خلیفئه حضور تاج الشریعه و محدث کبیر و خادم فخر ازهر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی هاسپیٹ وجے نگر-وڈو-کمپلی بلاری و مدرس حضرت خدیجة الکبریٰ جامعة البنات ولائی روڈ سنتے پیٹ هاسن کرناٹك الهند :

۲۳۔ جب اذان دینے والا کوئی نہ ہو تو معتکف اذان دے سکتا ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ مئوذن نہ ہو اور نہ کوئی دوسرا اذان دینے والا ہو تو کیا اس صورت میں مجبورا معتکف کو اذان دینا پڑے تو دے سکتا ہے اگر معتکف اذان دے دے تو اس کے اعتکاف کا حکم کیا ہوگا قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع دیں : بینوا وتو جروا عند اللہ عز وجل : المستفتی : محمد سراج الحق رضوی راجستھان انڈیا :

الجواب : باسم ملہم الصواب : صورت مسئولہ میں مئوذن اُذان دے سکتا ہے اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوگا :

ہدایہ مع فتح القدیر میں ہے : وصعود المئذنة ان كان بابها من خارج المسجد لا يفسد فی ظاہر الرواية (ہدايہ مع فتح القدير ج ۲/ ۳۱۱) اذان کے چبوترے کا دروازہ اگر مسجد سے باہر ہے اور معتکف اذان دینے کے لئے باہر سے ہو کر مینار پر چڑھ گیا تو ظاہری روایت کے مطابق اعتکاف نہیں ٹوٹا :

فتاوی ھندیہ میں ہے : ولو صعد المئذنة لم يفسد اعتكافه بلا خلاف وان كان باب المئذنة خارج المسجد كذا فی البدائع والمؤذن وغيره فيه سواء ہو الصحيح ہٰكذا فی الخلاصة (الفتاوی الهندية : الباب السابع فی الاعتكاف ج ۱/ ۲۱۲/ رشيديه) اگر مئوذن مینارہ پر اذان دینے کے لئے چڑھا تو بالاتفاق اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا اگرچہ مئوذنہ کا دروازہ مسجد کے باہر ہوا ایسا ہی بدایہ میں ہے مئوذن اور غیر مئوذن اس میں برابر ہے اور یہی صحیح ہے ایسا ہی خلاصہ میں ہے :

ردالمختار میں ہے :۔ لوصعدای المعتكف المنارة لم يفسد بلاخلاف لانها منه لانه

یمنع فیها من کل مایمنع فیه من البول ونحوه فاشبه زاویة من زوایا المسجد''۔(رد المحتار مع الدر المختار، باب الا عتکاف ج ۲/ ٤٤٦/دارالفکر، بیروت) اگر معتکف منارہ پر چڑھا تو بالاتفاق اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا کیونکہ منارہ مسجد کا حصہ ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس میں ہر وہ عمل مثلاً بول وغیرہ منع ہے جو مسجد میں منع ہے تو یہ مسجد کے دیگر گوشوں کی طرح ایک گوشہ ٹھہرا :

المبسوط میں ہے : ولوکان رجل معتکف فی مسجد وہو موذن فصعد الی المنارة لم یفسد ذلك علیه اعتکافه ولوکان باب المئذنة خارجا من المسجد لم یفسد ذلك علیه اعتکافه''۔(الاصل المعروف بالمبسوط، باب الاعتکاف، ج ۲/ ۲۸۷/ادارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراتشی) اگر کوئی مئوذن مسجد میں معتکف تھا اور وہ مسجد کے منارے پر چڑھا تو اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا، اور اگر منارے کا راستہ مسجد کے باہر سے ہو تب بھی اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا : معتکف اذان دینے کے لئے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے، اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔تاہم اگر معتکف مؤذن نہ ہو اور اس کے علاوہ کوئی شخص اذان دینے والا موجود ہو تو بہتر یہ ہے کہ وہ اذان کے لئے مسجد سے باہر نہ نکلے :

درمختار میں ہے : (قوله: وباب المنارة خارج المسجد) أما إذا کان داخله فکذلك بالأولی، قال فی البحر: وصعود المئذنة إن کان بابها فی المسجد لایفسد وإلا فکذلك فی ظاہر الروایة ولو قال الشارح: وأذان ولو غیر مئوذن وباب المنارة خارج المسجد لکان أولی ح، قلت: بل ظاہر البدائع أن الأذان أیضًا غیر شرط فإنه قال: ولو صعد المنارة لم یفسد بلا خلاف وإن کان بابها خارج المسجد؛ لأنها منه؛ لأنه یمنع فیها من کل ما یمنع فیه من البول و نحوه، فأشبه زاویة من زوایا المسجد لکن ینبغی فیما إذا کان بابها خارج المسجد أن یقید بما إذا

خرج للأذان؛ لأن المنارة وإن كانت من المسجد، لكن خروجه إلى بابها لا للأذان خروج منه بلا عذر، و بهذا لايكون كلام الشارح مفرعًا على الضعيف، ويكون قوله: وباب المنارة جملة حالية معتبرة المفهوم، فافهم (الدر المختار وحاشية ابن عابدين ج ٢ / ٤٤٥)

المبسوط للسرخسی میں ہے : والأصح أنه قولهم جميعا واستحسن أبو حنيفة ہذا؛ لانه من جملة حاجته فإن مسجده انما كان معتكفا لإقامة الصلاة فيه بالجماعة، وذلك انما يتأتى بالأذان وہو بهذا الخروج غير معرض عن تعظيم البقعة أصلا بل ہو ساع فيما يزيد فی تعظيم البقعة فلهذا لا يفسد اعتكافه (المبسوط للسرخسی ج ٣/ ١٢٦) مسجد کا حجرہ اگر فنائے مسجد میں ہے یعنی وہ حجرہ مسجد کے ساتھ ملحق اور اس چاردیواری میں ہو اور مصالح مسجد کیلئے بنایا گیا ہو تو ان کاموں کیلئے اس میں جانے میں حرج نہیں : محقق علی الاطلاق امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں : بلکہ جب وہ مدارس متعلق مسجد حدود مسجد کے اندر ہیں ان میں راستہ فاصل نہیں صرف ایک فصیل سے صحنوں کا امتیاز کردیا ہے تو ان میں جانا مسجد سے باہر جانا ہی نہیں یہاں تک کہ ایسی جگہ معتکف کا جانا جائز کہ وہ گویا مسجد ہی کا ایک قطعہ (فتاوی رضویہ ج ۷/ ۴۵۳، رضا فاؤنڈیشن لاہور) اور اگر حجرہ فنائے مسجد سے باہر ہے تو ان کاموں کیلئے مسجد سے باہر نہیں جاسکتے، ہاں صرف مؤذن (جو اذان دینے کے لئے مقرر ہے) اذان دینے جاسکتا ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے : حرم عليه ای على المعتكف الخروج الا لحاجة الا نسان طبعية اوشرعية كعيد واذان لو مؤذنا وباب المنارة خارج المسجد (درمختار مع رد المختار ج ٣/ ٤٣٧ /دارالكتب العلميه بيروت) معتکف کے لئے مسجد سے نکلنا حرام ہے ہاں حاجت طبعی اور شرعی کیلئے نکل سکتا ہے حاجت شرعیہ کی مثال

جیسا کہ عید کی نماز اور اگر مئوذن نہیں ہے تو اذان دینے کیلئے اس منارہ پر جانا جو کہ مسجد سے خارج ہے حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں : معتکف کو مسجد سے نکلنے کے دو عذر ہیں: ایک حاجت طبعی ۔ دوم حاجت شرعی مثلا عید یا جمعہ کیلئے جانا یا اذان کہنے کیلئے منارہ پر جانا، جبکہ منارہ پر جانے کیلئے باہر ہی سے راستہ ہو اور اگر منارہ کا راستہ اندر سے ہو تو غیر مئوذن بھی منارہ پر جاسکتا ہے مئوذن کی تخصیص نہیں (بہار شریعت حصہ ۵ صفحہ ۱۰۲۴ مکتبۃ المدینہ کراچی احکام تراویح و اعتکاف ۱۴۵ تا ۱۴۶) مئوذن یا کوئی اور اذان دینے والا موجود نہ ہو تو اس صورت میں معتکف جو مئوذن نہیں ہے وہ بھی حدود مسجد کے باہری حصہ سے جا کر مینارہ پر چڑھ کر اذان دے دے تو اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا جیسے مئوذن کا اعتکاف فاسد نہیں ہوتا ہے چونکہ اذان بھی ایک حاجت شرعی ہے اور اگر کوئی اذان دینے والا ہو تو معتکف کا حدود مسجد سے باہر جا کر اذان دینا حرج سے خالی نہیں: فقط والله تعالیٰ اعلم ورسوله الاعظم صلی الله علیه وسلم :

کتبه : محمد مقصود عالم فرحت ضیائی خلیفئه حضور تاج الشریعه و محدث کبیر و خادم فخر ازهر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی هاسپیٹ وجے نگر۔وڈو۔کمپلی بلاری و مدرس حضرت خدیجة الکبریٰ جامعة البنات ولائی روڈ سنتے پیٹ هاسن کرناٹك الهند :

۲۴۔قضاءنماز چار رکعت پڑھنا ساری قضاءنمازوں کا کفارہ ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ سوشیل میڈیا پر ایک پوسٹ وائرل ہورہا ہے جس میں مذکور ہے کہ جس شخص کی کتنی نمازیں قضا ہوئی ہوں اور رمضان کے آخری ہفتے میں چار رکعت ایک سلام کے ساتھ پڑھ لے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد (۷) مرتبہ آیت الکرسی اور (۱۵) مرتبہ سورہ کوثر ہر رکعت میں تلاوت کرلے تو اس کے عمر کی کتنی ہی نمازیں قضا ہوئی ہوں اسی چار سے ادا ہوجائیں گی یہ ساری قضا نمازوں کا کفارہ ہے اس کا ذکر حدیث میں ہے اس کی حقیقت کیا ہے یہ بات پہلی مرتبہ علم میں آئی ہے اس کا مدلل جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں عین نوازش ہوگی : بینوا وتؤجروا عند الله عز و جل : المستفتیہ : مبین فاطمہ رئیسۃ المعلمات جامعہ نور فاطمہ کنولی ہاویری کرناٹک الہند :

الجواب : اللہم أرنا الحق حقا وأرنا الباطل باطلا : سوال میں جو کچھ مذکور ہے وہ بے بنیاد ومن گھڑت اور اجماع امت کے خلاف ہے قضا نمازوں کو ادا کرنے پر ہی ادا ہونگی ورنہ وہ ذمہ میں باقی رہیں گی ان کی ادائیگی کے علاوہ اس سے بری الذمہ ہونے کی شریعت میں کوئی صورت نہیں : ایک موضوع ومن گھڑت روایت میں اس کا تذکرہ ملتا ہے جس کو محدثین نے رد کردیا ہے تو پھر اس موضوع ومن گھڑت روایت کو بطور روایت بیان کرنا اس کو بطور ثبوت ودلیل پیش کرنا اور اس پر عمل کی ترغیب دلانا اور ایک جھوٹی روایت کو پھیلانا اسے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا ایک بہت بڑی بے باکی ودلیری اور سنگین جرم ہے جس سے توبہ کرنا لازم ہے :

الموضوعات الکبری میں ہے : من قضیٰ صلٰوۃ من الفرائض فی آخر جمعۃ من رمضان کان جابرا لکل صلٰوۃٍ فائتۃٍ فی عمرہٖ الٰی سبعین سنۃً باطل قطعًا لانہٗ مناقضِ للاجماع علٰی ان شیئا من العبادات لایقوم مقام فائتۃ سنوات

(الـمـوضـوعـات الكبرى ٣٥٦/مئوسسة الرسالة)ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "موضوعات کبری" میں فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث (موضوع) جو لوگ بیان کرتے ہیں کہ "جس نے رمضان کے آخری جمعہ میں ایک فرض نماز ادا کرلی اس سے اس کی ستر سال کی فوت شدہ نمازوں کا ازالہ ہوجاتا ہے" یہ روایت قطعاً باطل ہے؛ کیوں کہ یہ روایت اجماع امت کے خلاف ہے عبادات میں سے کوئی شے سابقہ سالوں کی فوت شدہ عبادات کے قائم مقام نہیں ہوسکتی (اس پر امت کا اجماع ہے)۔

الآثار المرفوعۃ فی میں ہے : من صلى فى آخر جمعة من رمضان الخمس الصلوات المفروضة فى اليوم والليلة قضت عنه ما أخل به من صلاة سنته:ہذا: موضوع لا إشكال فيه ولم أجده فى شيء من الكتب التى جمع مصنفوہا فيها الأحاديث الموضوعة ولكنه اشتہر عند جماعة من المتفقہة بمدينة صنعاء فى عصرنا ہذا وصار كثير منہم يفعلون ذلك ولا أدرى من وضعه لہم .فقبح الله الكذابين (الآثار المرفوعة فى الأخبار الموضوعة لعبد الحى اللكنوى ٨٥/، ط: دار الكتب العلمية)۔

فتاوی محمودیہ میں ہے : وقال العلامة الدہلوى فى رسالته العجالة النافعة عند ذكر قرائن الوضع الخامس أن يكون مخالفا لمقتضى العقل وتكذبه القواعد الشرعية مثل القضاء العمرى ونحو ذلك انتہى معربا: قلت وقد ألفت لإثبات وضع ہذا الحديث الذى يوجد فى كتب الأوراد والوظائف بألفاظ مختلفة مختصرة ومطولة بالدلائل العقلية والنقلية رسالة مسماة بردع الأخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان :(فتاوى محمودية ج ٨/ ٢٩٦ ادارة الفاروق)

مذکورہ بالا حضرات نے اس روایت کو خلاف عقل۔ ناقض اجماع اور خلاف اجماع کہا اور اسے قابل رد فرمایا اور اس روایت کو من گھڑت اور بے بنیاد بتایا :

محقق علی الاطلاق فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ: فوت شدہ نمازوں کے کفارہ کے طور پر یہ جو طریقہ (قضائے عمری) ایجاد کر لیا گیا، یہ بدترین بدعت ہے، اس بارے میں جو روایت ہے، وہ موضوع (گھڑی ہوئی) ہے یہ عمل سخت ممنوع ہے، ایسی نیت واعتقاد باطل ومردود (اور) اس جہالت قبیحہ اور واضح گمراہی کے بطلان پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے (فتاوی رضویہ ج ۸/ ۱۵۵، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)۔

صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ: قضائے عمری کہ شب قدر یا اخیر جمعہ رمضان میں جماعت سے پڑھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ عمر بھر کی قضائیں اسی ایک نماز سے ادا ہوگئیں، یہ باطل محض ہے۔ (بہار شریعت ج ۴/ ۷۰۸ مکتبۃ المدینہ) جمعۃ الوداع میں قضائے عمری: رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں بعض لوگ با جماعت قضائے عمری پڑھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ عمر بھر کی قضائیں اسی ایک نماز سے ادا ہوگئیں یہ باطلِ محض ہے البتہ حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ : جمعۃ الوداع کے ظہر وعصر کے درمیان (۱۲) رکعت نفل دو، دو رکعت کی نیت سے پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی اور تین بار "قل ھو اللہ احد" اور ایک بار سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھے اس کا فائدہ یہ ہے کہ جس قدر نمازیں اس نے قضا کر کے پڑھی ہوں گی اُن کے قضا کرنے کا گناہ معاف ہو جائے گا یہ نہیں کہ قضا نمازیں اس سے معاف ہو جائیں گی وہ تو پڑھنے سے ہی ادا ہوں گی۔ (اسلامی بہنوں کی نماز (حنفی) صفحہ ۱۱۵)

ان تمام عبارات مذکورہ بالا سے متحقق وروشن ہے کہ جو کچھ سوشیل میڈیا پر جمعۃ الوداع کے موقع پر قضائے عمری کے متعلق وائرل ہے وہ بالکل غلط اور جھوٹ پر مبنی بات ہیاور جس کو محدثین نے روایت کاذبہ سے موسوم کیا خلاف عقل واجماع بتایا اس پر حدیث کا اطلاق کرنا اور اسے پھیلانا اور امت مسلمہ کو دھوکہ دینا ایک جرم عظیم ہے اس سے توبہ کرنا چاہئے: فقط واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم:

كتبه : محمد مقصود عالم فرحت ضيائی خلیفئه حضور تاج الشریعه و محدث کبیر و خادم فخر ازهر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی هاسپیٹ وجے نگر۔وڈو۔کمپلی بلاری و مدرس حضرت خدیجة الکبریٰ جامعة البنات ولائی روڈ سنتے پیٹ هاسن کرناٹك الهند :

۲۵۔ نماز تراویح میں تین رکعت پر سلام پھیرا تو تراویح کی نماز ہوئی یا نہیں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حافظ صاحب نے نماز تراویح میں تین رکعت پر سلام پھیرا تو تراویح کی نماز ہوئی یا نہیں ہوئی بالتفصیل جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں:المستفتی:**عبدالمتین صاحب احمد آباد گجرات:**

الجـــواب: بعون الله الملك الوہاب: اللہم ہدایة الحق و الصواب: صورت مذکورہ مسئولہ میں حافظ صاحب اگر دوسری رکعت میں بقدر تشہد قعدہ نہیں کیا بلکہ تین رکعت پوری کر کے سلام پھیر دیا تو نماز نہیں ہوئی ان دو رکعت کو از سر نو پڑھائے صبح صادق تک دو رکعت کا اعادہ کر لیا تو ٹھیک ہے اگر نہیں کیا تو اس کی قضا نہیں ہے البتہ جو قرآن کی تلاوت ہوئی ہے اس کو دہرائے اگر صبح صادق تک دو رکعت کا اعادہ کرتے ہوئے جو قرآن کی آیت دو رکعت میں پڑھی تھی اسے پڑھ لیا تو ٹھیک ہے ورنہ دوسرے روز اس آیت کا اعادہ کرے اگر نہیں کرے گا تو قرآن کا ختم کامل نہیں ہوگا: اور اگر دو رکعت پر قعدہ کر لیا اور مقدار تشہد بیٹھ گیا تو دو رکعت ہوگئی تیسری رکعت باطل ہے لیکن سلام میں تاخیر کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہے اگر نہیں کیا تو نماز کا اعادہ کرے البتہ قرآت کا اعادہ نہیں کرے گا تیسری رکعت میں جتنی آیت تلاوت کی ہے اس کا اعادہ لازم ہوگا:

تاتارخانیہ میں ہے: و اما اذا صلی ثلاثا بتسلیمة واحدة وان قعد علی رأس

الركعتين يجزيه عن تسليمة واحدة وعليه قضاء الركعتين وان لم يقعد على رأس الثانية ساهيا او عامدا لا شك ان صلاته باطلة قياسا و هو قول محمد و زفر رحمهما الله تعالیٰ و هو رواية عن أبی حنيفة و عليه القضاء ركعتين وفی الخانية هو الصحيح (تاتارخانیہ ج۱/۴۸۳ کتاب الصلاۃ الفصل الثالث عشر فی التراویح)۔

جب تین رکعت نماز ایک سلام کے ساتھ پڑھایا اگر دو رکعت پر قعدہ بمقدار تشہد کرلیا تو ایک سلام کے ساتھ اس کی نماز ہوگئی (البتہ تیسری رکعت باطل ہے) اور اس پر (سلام میں تاخیر کے باعث) دو رکعت کا اعادہ لازم ہے اور اگر دو رکعت پر بھول کر یا جان کر مقدار تشہد قعدہ نہیں کیا تو اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں کہ اس کی نماز باطل ہے قیاس اور وہی امام محمد اور امام زفر رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور وہی ایک روایت امام اعظم ابوحنیفہ سے بھی منقول ہے اور اس پر دو رکعت نماز از سر نو پڑھنا لازم ہے اور خانیہ میں اسی کی تصحیح ہے:

ردالمحتار میں ہے: (قولہ او ترک قعود اول) لان كون كل شفع صلاة على حدة يقتضی افتراض القعدة عقبيه: فيفسد بتركها كما هو قول محمد و هو القياس لكن عندهما لما قام الى الثالثة قبل القعدة فقد جعل الكل صلاة واحدة شبيهة بالفرض و صارت القعدة الأخيرة هی الفرض وهو الاستحسان وعليه فلو تطوع بثلاث بقعدة واحدة كان ينبغی الجواز اعتبارا بصلاة المغرب لكن الاصح عدمه لأن التنفل بالركعة الواحدة غير مشروع فيفسد ما قبلها (ردالمحتار ج ۳۲/۲)۔

اس کا قول: یا قعود اول کا ترک کرنا: کیونکہ ہر جوڑا نماز کا علیحدہ ہونا اس کے پیچھے ہی قعدہ کی فرضیت کا اقتضا کرتا ہے تو اس کے ترک سے وہ فاسد ہوجائے گا جیسا کہ وہ امام محمد علیہ الرحمہ کا قول ہے اور وہی قیاس کا تقاضا ہے لیکن ان دونوں کے نزدیک جب قعدہ سے پہلے تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو اس

نے پورے کو ایک نماز بنایا تو وہ فرض نماز کے مشابہ ہو گیا تو اس میں قعدہ اخیرہ فرض ہو گا اور وہی استحسان ہے اور اسی بنیاد پر یہ ہے کہ اگر نفل نماز تین رکعت ایک قعدہ کے ساتھ پڑھا تو مناسب تو یہ معلوم ہوتا ہے نماز مغرب کا اعتبار کرتے ہوئے جائز ہو لیکن اصح اس کا عدم ہے کیونکہ اسے فاسد کیا اس قعدہ نے جو اس سے متصل ہے اور وہی اس کے لئے قعدہ اخیرہ ہے کیونکہ نفل نماز ایک رکعت کے ساتھ غیر مشروع ہے تو فاسد ہو گا جو کچھ کہ اس سے پہلے ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے: ولو صلى التطوع ثلاث ركعات ولم يقعد على رأس الركعتين الأ صح انه تفسد صلاته (ہندیہ ج۲/۴۸۴)۔ اگر کسی نے نفل نماز تین رکعت پڑھی اور دو رکعت کے بعد قعدہ نہیں کیا تو اصح یہ ہے کہ وہ اس کی نماز کو فاسد کر دیتا ہے:

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: تین رکعت پڑھ کر سلام پھیرا اگر دوسری پر بیٹھا نہ تھا تو (نماز) نہ ہوئیں ان کے بدلے کی دو رکعت پھر پڑھے (بہار شریعت۴/ ۶۹۹)۔

فتاوی فیض الرسول میں ہے: اگر دوسری رکعت پر نہیں بیٹھا تھا تو سجدۂ سہو کرنے کے باوجود دو رکعت نماز نفل نہیں مانی جائے گی (فتاوی فیض الرسول ج۱/۳۸۱)۔

الجوہرۃ النیرہ میں ہے: واذا فسد الشفع وقد قرأ فيه لايعتد بما قرأه فيه و يعيد القرأة ليحصل الختم فى الصلوٰة الجائزة (الجوہرۃ النیرہ ج۱/ ۹۸)۔ جب جوڑے والی نماز فاسد ہو جائے تو اس قرأت کا شمار نہیں ہو گا جو اس نے شفع والی نماز میں کیا ہے بلکہ وہ اس قرأت کا اعادہ کرے تاکہ صلاۃ جائزہ میں ختم قرآن کا حصول ہو۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: و اذا فسد الشفع وقد قرأ فيه لايعتدبما قرأ فيه و يعيد القرأة ليحصل له الختم فى الصلوٰة الجائزة و قال بعضهم: يعتد بها كذا فى الجوهرة

النیرۃ (فتاوی ہندیہ ج۱/ ۱۱۸ کتاب الصلاۃ الباب التاسع فی النوافل فصل فی التراویح دار الفکر) جب جوڑے والی نماز فاسد ہو جائے تو اس قرأت کا شمار نہیں کیا جائے گا جو اس نے شفع والی نماز میں کیا ہے بلکہ وہ اس قرأت کا اعادہ کرے تا کہ صلاۃ جائزہ میں اسے ختم قرآن کا حصول ہو اور بعضوں نے کہا کہ شمار کیا جائے گا جیسا کہ جوہرۃ النیرہ میں ہے۔

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: اگر کسی وجہ سے نماز تراویح فاسد ہو جائے تو جتنا قرآن مجید ان رکعتوں میں پڑھا ہے اعادہ کریں تا کہ ختم میں نقصان نہ رہے (بہار شریعت ج۴/ ۶۹۹)۔

ہندیہ میں ہے: واذا تذكروا انه فسد عليهم شفع من الليلة الماضية فأرادوا القضاء بنية التراويح يكره (ہندیہ ج۱/ ۱۱۷)۔

اور جب انہیں یاد آئے کہ گزرے ہوئے رات کی دو رکعت نماز ان کی فاسد ہو گئی تھی پھر وہ تراویح کی نیت سے اس کی قضا کا ارادہ کرے تو یہ مکروہ ہے۔ سجدۂ سہو واجب ہونے کا اصول یہ ہے کہ نماز کا کسی واجب کے چھوٹ جانے سے، یا فرض کی تاخیر سے، یا واجب کی تاخیر سے یا واجب کے تکرار سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے: ولا يجب السجود إلا بترك واجب أو تأخيره أو تأخير ركن أو تقديمه أو تكراره أو تغيير واجب بأن يجهر فيما يخافت وفى الحقيقة وجوبه بشيء واحد وہو ترك الواجب، كذا فى الكافى (الفتاوی الہندیۃ ج ۲/ ۱۲۶)۔

جب سجدۂ سہو نہ کرے تو نماز کا اعادہ لازم ہوتا ہے: والله تعالىٰ اعلم و رسوله الاكرم صلى الله عليه وسلم:

....

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

۲۶۔عشاء کی نماز جماعت سے نہیں پڑھی تو وتر تنہا پڑھے گا یا جماعت کے ساتھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے عشاء کی نماز جماعت سے نہیں پڑھی تو وتر تنہا پڑھے گا یا جماعت کے ساتھ اگر وتر جماعت کے ساتھ پڑھ لے تو نماز ہوگی یا نہیں اس کا مدلل جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں عین نوازش ہوگی :بینوا تؤجروا عند اللہ و عند الرسول ۔**المستفتی: جنید رضوی کیشیر جماعت رضائے مصطفے ہاسپیٹ وجے نگر کرناٹک الہند:**

الجــواب: بتوفیق اللہ الملک الوہاب: اللہم ہدایۃ الحق و الصواب: صورت مذکورہ مسئولہ میں راجح قول یہ ہے کہ جس نے عشاء کی نماز جماعت سے ادا نہ کی ہو وہ وتر کی جماعت میں بھی شامل نہ ہو اور اگر جماعت میں شامل ہوکر جماعت کے ساتھ وتر کی نماز پڑھ لیا تو نماز ہوجائے گی مگر مختلف فیہ ہونے کے باعث مکروہ تنزیہی خلاف اولی ہوگی:

شامی میں ہے:لکن فی التاریخ خانیۃ عن التتمۃ انہ سئل علی بن أحمد عمن صلی الفرض و التراویح وحدہ او التراویح فقط ھل یصلی الوتر مع الامام فقال: لا: ثم رأیت القھستانی فی ذکر تصحیح ما ذکرہ المصنف ثم قال لکنہ اذا لم یصل الفرض معہ لایتبعہ فی الوتر کما فی المنیۃ (ردالمحتار ج۱/ ۴۹۷ مطبوعہ مصری)

لیکن تاتارخانیہ میں تتمہ سے ہے کہ علی ابن احمد سے اس کے متعلق سوال ہوا کہ جس شخص نے فرض نماز اور نماز تراویح یا صرف نماز تراویح تنہا ادا کی تو کیا وہ شخص وتر کی نماز امام کے ساتھ پڑھ سکتا ہے انہوں نے فرمایا نہیں پھر میں نے قہستانی کے تصحیح والے ذکر میں اس کو دیکھا جس کا ذکر مصنف نے کیا ہے پھر انہوں نے کہا کہ جب فرض نماز امام کے ساتھ نہیں پڑھا ہے تو وتر میں بھی اس کی اتباع نہ کرے:

جامع الرموز کشوری میں ہے: لکنہ اذا لم یصل الفرض معہ لا یتبعہ فی الوتر کما فی المنیة (جامع الرموز کشوری/ ۹۷)۔ جب فرض نماز امام کے ساتھ نہیں پڑھا ہے تو وتر میں اس کی اتباع نہ کرے جیسا کہ منیہ میں ہے۔

محقق علی الاطلاق امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں: جس نے فرض اکیلے پڑھے ہوں وہ وتر کی جماعت میں شریک نہ ہو اور جس نے فرض جماعت سے ادا کئے ہوں اگر چہ کسی دوسرے کی جماعت کے ساتھ پڑھے ہوں وہ اس وتر پڑھانے والے کے ساتھ جماعت میں شریک ہوسکتا ہے اگر چہ اس نے اس امام کے ساتھ تراویح نہ پڑھی ہوں، یہی صحیح اور قابل اعتماد ہے: (فتاویٰ رضویہ ج ۷/ ۵۵۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)۔

جدالممتار میں ہے: من صلی الفریضة منفردا لیس لہ ان یدخل فی جماعة الوتر لا مع ھذا الامام ولا مع غیرہ (جدالممتار ج ۳/ ۴۹۳)۔ جو شخص فرض تنہا پڑھے وہ وتر کی جماعت میں داخل نہ ہو نہ اس امام کے ساتھ نہ دوسرے امام کیساتھ۔

صدر الشریعہ الشاہ مفتی امجد علی گھوسوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: اگر عشاء جماعت سے پڑھی اور تراویح تنہا تو وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے اور اگر عشا تنہا پڑھ لی اگر چہ تراویح با جماعت پڑھی تو وتر تنہا پڑھے۔

(بہار شریعت ج ۵/ ۶۹۳ مکتبۃ المدینہ بحوالہ الدرالمختار وردالمحتار ج ۲/ ۶۰۳)۔

شرح منیۃ المصلی میں ہے: اگر عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی تو تراویح جماعت سے پڑھ سکتا ہے لیکن وتر تنہاء پڑھے گا (شرح منیۃ المصلی للحلبی/ ۴۱۰)۔

فتاویٰ فقیہ ملت میں ہے: جس شخص نے عشاء کی فرض نماز تنہا پڑھی اسے وتر کی جماعت میں شامل ہونے کی اجازت نہیں، اسے تنہا پڑھے (فتاویٰ فقیہ ملت ج۱/۲۰۰)۔

فتاوی فیض الرسول میں ہے: جس نے عشاء کی جماعت تنہا پڑھی ہو تراویح کی جماعت میں شامل ہوجائے، تنہا نہ پڑھے۔ ہاں وتر کی جماعت میں شامل نہ ہو:

درمختار میں ہے: مصليه (أي الفرض) وحده يصليها معه. (أی التراویح) معہ (أی مع الإمام) (ملخصا: الحصکفی، الدرالمختار، ج ۲/۴۷ دارالفکر بیروت)۔ تنہا فرض نماز پڑھنے والا تراویح کی نماز جماعت کے ساتھ اس امام کی اقتداء میں پڑھ سکتا ہے۔

ردالمحتار میں ہے: إذا لم يصل الفرض معه لا يتبعه في الوتر (ابن عابدین، ردالمحتار ج۲/۴۸ دارالفکر بیروت) (فتاویٰ فیض الرسول، ج۱/۳۷۶)۔ جس شخص نے فرض نماز جماعت کے ساتھ نہیں ادا کی ہے وہ وتر کی نماز جماعت کے ساتھ نہ پڑھے اور یہی حق ہے اس کی وجہ پر محقق علی الاطلاق امام احمد رضا خان قادری برکاتی فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز روشنی ڈالتے ہوئے **جدالممتار میں فرماتے ہیں**۔ ان جماعة الوتر تبع لجماعة الفرض في حق كل احدمن المصلين ولجماعة التراويح في الجملة لا في حق كل، ولرمضان بمعنى انها تكره في غيره لوصلى على سبيل التداعي بان يقتدى اربعة بواحد (جدالممتار ج۳/۵۰۰ مطبوعۃ دعوت اسلامی)۔ کہ وتر کی جماعت مصلیوں میں سے ہر ایک کے حق میں نماز فرض کی جماعت کے تابع ہے اور تراویح کی جماعت رمضان میں جمعیت کے حق میں ہے انفرادی طور پر ہر ایک کے حق میں نہیں ہے کیونکہ تراویح کی نماز جماعت کے ساتھ رمضان کے علاوہ میں علی سبیل التداعی ایک امام کے پیچھے چار مقتدی کے ساتھ پڑھے تو وہ نماز تراویح جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے۔

جدالممتار میں ہے: وما وقع فی منهية الدرالفريد فی مسائل الصيام والقيام والعيد للفاضل المفتی محمد عنايت احمد عليه رحمةالاحد ''ان لم يصل الفرض بجماعة فله ان يدخل فی جاعةالوتر'' وعزاه لحاشيةالطحطاوی فسهو (جد الممتار ج ۳/۴۹۴)۔

فاضل مفتی محمد عنایت علیہ رحمۃ الاحد سے مسائل صیام وقیام اور کے بارے میں جو کچھ واقع ہوا ہے کہ اگر فرض نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھا ہے تو وہ وتر کی جماعت میں شامل ہوسکتا ہے **حاشیہ طحطاوی میں** جو جواز کی بات کہی تو وہ ان سے سہو ہوا لیس له'' کا کلمه کلام فقهاء میں عموما عدم جواز کیلئے آتاہے، کما هو فی غیرواحد من المواضع فی الفتاوی الرضویة)۔

مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ کے کلام میں قدرے تفصیلی بحث ہے جو مندرجہ ذیل ہے: آپ فرماتے ہیں کہ: جس نے فرض بجماعت نہ پڑھے ہوں وہ وتر کی جماعت میں شامل نہ ہو کہ اس میں جماعت نہیں مگر تبعا کہ وہ من جہۃ نفل ہے- وتر میں جماعت رمضان ہی میں یا بہ تبعیت فرض ہے یا کہ بہ تبعیت رمضان یا بہ تبعیت تراویح اور مشہور یہی ہے کہ بہ تبعیت جماعت فرض یا بہ تبعیت جماعت تراویح ہے علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جس نے فرض جماعت سے نہ پڑھے وہ تراویح بھی بجماعت پڑھے یا نہ پڑھے اگر چہ صحیح یہی ہے کہ وہ تراویح بجماعت پڑھ سکتا ہے جماعت فرض کے تابع ہے جب تو ظاہر ہے کہ اگر فرض بجماعت نہ پڑھے ہوں تو وتر بجماعت نہیں پڑھ سکتا اور بہ تبعیت رمضان ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ رمضان میں وتر جماعت ہی سے پڑھے بلکہ یہ رمضان میں جماعت سے پڑھ سکتے ہیں بہر صورت جماعت ہی سے پڑھنا اس سے کہاں نکلتا ہے: یوہیں اگر بہ تبعیت جماعت تراویح ٹھہرائیں جب بھی اور میں کہتا ہوں کہ تبعیت فرض سے جماعت وتر کچھ کہو نہیں نکلتی رمضان کے تابع کہو تو اس کے یہی معنی ہیں کہ رمضان ہی میں وتر کی جماعت بہ تبعیت عشاء یا بہ تبعیت تراویح ہوگی: یہ نہیں کہ رمضان میں اس میں جماعت علی الاستقلال ہے فانه لم يقل به احد:

وتر کا نماز مستقل غیر تابع عشاء ہونا اور بات ہے اور اس میں جماعت کا استقلال اور بات اس خلاف کا ثمرہ یہ نہیں کہ جن کے نزدیک جماعت وتر تابع جماعت فرض ہے وہی بحالت فوت جماعت عشاء جماعت وتر سے ممانعت کریں اور جن کے نزدیک اس کی جماعت تابع جماعت تراویح ہے وہ اس نے جب کہ جماعت تراویح فوت نہ کی ہو یا اور جن کے نزدیک تابع رمضان ہے اسے مطلقا جماعت وتر کی اجازت دیں بلکہ اس خلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ جس نے فرض ایک امام کے پیچھے پڑھے اور تراویح دوسرے امام کے پیچھے یا فرض وتراویح دونوں ایک امام کے پیچھے اور وتر دوسرے کی اقتداء سے یا فرض جماعت سے اور تراویح بجماعت پوری یا کچھ جماعت سے یا بالکل نہ پڑھیں تو جو اس کی جماعت تابع جماعت فرض ٹھہراتے ہیں وہ امام فرض کے پیچھے ان سب صورتوں میں اس کی جماعت جائز بتاتے ہیں دوسرے کے پیچھے اجازت نہیں دیتے اور جو جماعت تراویح کے تابع بتاتے ہیں وہ امام تراویح کے پیچھے بشرط کہ اس نے تراویح سب یا کچھ جماعت سے ادا کی ہوں اور جو اسے رمضان کے تابع ٹھہراتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ امام فرض کے پیچھے پڑھے یا امام تراویح کے یا کسی اور امام کے خواہ تراویح سب یا کچھ جماعت سے پڑھی ہوں یا علیحدہ یا بالکل نہ پڑھی ہوں:

غنیۃ میں فرمایا: اذا لم یصل الفرض مع الامام فعن عین الائمة الکرابلیسی انه لا یتبعه فی التراویح ولا فی الوتر وکذا اذا لم یتابعه فی التراویح چلایتابعه فی الوتر (غنیۃ/۳۹۱)

جب فرض نماز امام کے ساتھ نہیں پڑھا تو عین ائمة الکرابیسی سے مروی ہے کہ وہ تراویح میں اس کی اتباع نہ کرے اور نہ ہی وتر میں اور ایسا ہی ہے کہ جب اس کی حاتباع تراویح میں نہ کرے تو اس کی اتباع وتر میں بھی نہ کرے۔

اسی میں فرمایا: لو صلی العشاء وحده فله ان یصلی التراویح مع الامام وهو

الـصـحيـح حتـى لو دخل بعد ما صلى الامام الفرض و شرع فى التراويح فانه يصـلـى الفرض اولا وحده ثم يتابعه فى التراويح و فى القينية لو تركوا الجماعة فـى الـفـرض ليس لهم ان يصلوا التراويح جماعة لانها تبع للجماعة (غنیّۃ مصدر سابق) اگر عشاء کی نماز تنہا ادا کی تو وہ تراویح امام کے ساتھ پڑھ سکتا ہے اور وہی صحیح ہے حتی کہ امام کے فرض نماز پڑھ لینے اور تراویح کی نماز شروع کر دینے کے بعد وہ مسجد میں داخل ہوا تو پہلے وہ تنہا فرض نماز پڑھے پھر تراویح میں امام کی اقتداء کرے **اور قنیہ میں ہے** کہ اگر فرض نماز ترک کر دیا تو تراویح کی نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا کیونکہ تراویح کی نماز فرض نماز کی جماعت کے تابع ہے:

جدالممتار حاشیہ ردالمحتار میں ہے: من جواز الوتر جماعة لمن صلى التراويح منفردا اى و الـفـرض جماعة (جدالممتار حاشیہ ردالمحتار ج۱/۵۲۴ مطبوعہ کوئٹہ)۔ وتر کی جماعت اس کے لئے جائز ہے جو تراویح تنہا پڑھے اور فرض جماعت کے ساتھ:

اعلیٰ حضرت سیدنا الوالد الماجد قدس سرہ نے حاشیہ شامی جدالممتار میں فرمایا: فـالـمتحصل مما ذكر ان مـن صـلـى الـفـرض بجماعة يجوز له الدخول فى جماعة الوتر سواء صلى الفرض خلف هذا الامام او خلف غيره سواء صلى التراويح وحده او خلف هذا الامـام او خـلـف غيـره بـل ومـن لـم يصليها رأسا كما يشمله اطلاق قولهم ولم يـصـليهـا بـالامام يصلى الوتر فانه يصدق بانتفاء القيد والمقيد كليهما فليحرر والله أعلم -والمنفرد فى الفرض ينفرد فى الوتر (جدالممتار ج۱/ ۳۳۸)۔
تو حاصل کلام وہی ہے جو مذکور ہے کہ جس نے فرض نماز جماعت کے ساتھ پڑھا تو اس کے لئے وتر کی جماعت میں شامل ہونا جائز ہے برابر ہے کہ فرض نماز اس امام کے پیچھے پڑھا یا اس کے ماسوا کے پیچھے پڑھا تراویح تنہا پڑھا یا اس امام کے پیچھے پڑھا یا اس کے علاوہ کے پیچھے پڑھا یا سرے سے پڑھا ہی نہیں

جیسا کہ اس کے قول کا مطلق ہونا اس کو شامل ہے اگر چہ امام کے ساتھ نہیں پڑھا اس کو امام کے ساتھ نہیں پڑھا تو بھی وتر پڑھے کیونکہ قید و مقید کے انتفاء سے وہ دونوں صادق آتا ہے تو چاہئے کہ لکھ لو: اور فرض منفرد پڑھنے والا وتر بھی منفرد پڑھے گا:

مجمع الانہر میں ہے: لو ترکوا الجماعة فی الفرض لم یصلوا التراویح بجماعة ولو لم یصلیھا مع الامام صلی الوتربه لانه تابع لرمضان و عند البعض لا لانه تابع التراویح عنده وفی القھستانی یجوز ان یصلی الوتر بالجماعة و ان لم یصل شیئا من التراویح مع الامام او صلاھا مع غیره وھو الصحیح (جدالممتارج ۱/ ۳۳۸)۔

اگر فرض کی جماعت چھوڑ دیا تو تراویح جماعت کے ساتھ نہ پڑھے اور اگر تراویح امام کے ساتھ نہیں پڑھا تو وتر اس کے ساتھ پڑھے کیونکہ وہ رمضان کے تابع ہے اور بعض کے نزدیک رمضان کے تابع نہیں کیونکہ وہ ان کے نزدیک تراویح کے تابع ہے اور قہستانی میں ہے کہ وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا جائز ہے اگر چہ تراویح میں سے کچھ امام کے ساتھ نہ پڑھے یا پڑھا یا اس کو اس کے ماسواء کے ساتھ پڑھا اور وہی صحیح ہے:

صغیری اور اس کی اصل کبیری میں یہ مسئلہ ہماری نظر میں دو جگہ ہے کہ اگر کسی کا ایک تراویح یا دو تراویح یا اکثر فوت ہو گئے اور امام وتر کو کھڑا ہو گیا تو یہ امام کے ساتھ وتر پڑھے یا اپنی باقی تراویح ادا کرے دونوں جگہ اس کا کہیں پتہ نہیں کہ اگر چہ فرضوں میں شامل نہیں ہوئے کیونکہ جماعت وتر تابع جماعت تراویح کے ہے:

صغیری اور کبیری کی عبارت یہ ہے: ان فاتته مع الامام ترویحة او ترویحتان او اکثر ھل

یقضیھا قبل الوتر او یوتر ثم یقضیھا ذکرہ فی الذخیرة اختلف المشائخ فی زماننا قال بعضھم یوتر مع الامام ثم یقضی ما فاتہ من التراویح احراز الفضیلة الجماعة مع ان التراویح تجوز بعدہ و قال بعضھم یصلی التراویح المتروکة ثم یوتر

(غنیۃ/۳۹۱)۔اگر اس کی ایک رکعت یا دو رکعت یا اکثر نماز تراویح امام کے ساتھ فوت ہوگئی تو کیا تراویح کی نماز کو وتر سے پہلے پورا کرے گا یا وتر کی نماز پڑھے گا پھر تراویح کی نماز ادا کرے گا ذخیرہ میں ذکر ہے کہ اس بارے میں ہمارے زمانے کے مشائخ میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کے امام کے ساتھ وتر کی نماز پڑھے گا پھر اسے ادا کرے جو تراویح کی نماز فوت ہوئی ہے اس میں فضیلت جماعت کی حفاظت ہے کیونکہ تراویح کی نماز اس کے بعد بھی جائز ہے اور بعضوں نے کہا کہ چھوٹے ہوئے تراویح کی نماز پڑھے پھر وتر کی نماز ادا کرے۔

انہیں میں دوسری جگہ زیرفروع ہے: فاتتہ ترویحة او ترویحتان و قام الامام الی الوتر یوتر مع الامام ثم یقضی ما فاتہ (غنیۃ/۳۹۱)۔تراویح کی ایک رکعت یا دو رکعت فوت ہوجائے اور امام وتر کے لئے کھڑا ہوجائے تو امام کے ساتھ وتر میں شامل ہوجائے پھر فوت شدہ تراویح کی نماز ادا کرے۔

ان میں یہ کہاں ہے اگر چہ فرضوں میں شامل نہیں ہوئے اور نہ یہاں یہ ہے کہ جماعت وتر تابع جماعت تراویح ہے اس صورت مسئلہ کو فوت جماعت فرض سے کیا تعلق وہ صورت ان دونوں کتابوں میں زیرفروع اسی مسئلہ مذکورہ سے متصل ذکر فرمائی ہے کہ اور جب کہ فرض امام کے ساتھ نہ پڑھے ہوں تو عین ائمہ کرابیسی سے منقول ہے کہ نہ امام کے ساتھ تراویح پڑھے نہ وتر۔

پھر اس صورت میں بھی کبیری میں بعد بیان اختلاف حکم ووجہ ہر حکم یہ تحریر فرمایا کہ: لا شك ان تاخیر الوتر اولی و ان فاتت الجماعة فیہ فان الانفراد بہ اولی علی قول الجمھور کما

سیأتی ان شاءالله تعالیٰ (غنیۃ/۳۸۶)۔یعنی تاخیروتر اولی ہے اگر چہ وتر کی جماعت جاتی رہے کہ وتر میں انفراد ہی برقول جمہور اولی ہے جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا ان شاءاللہ تعالیٰ: **نیز صغیری میں بعد بیان اختلاف فرمایا:** ولا شك ان تاخیر الوتر اولی و کذالك انفراد به :یعنی تاخیروتر اولی ہے اور ایسا ہی تیرے لئے انفراد ہے: کہاں یہ اور کہاں وہ کہ اگر چہ فرضوں میں شامل نہیں ہوئے کیوں کہ جماعت وتر جماعت تراویح کے تابع ہے اس سے لزوم جماعت وتر یا بہر حال بے کراہت اس کا جواز کیوں کر نکلا کہ اگر چہ فرضوں کی جماعت کھوئی ہو مگر وتر جماعت ہی سے پڑھے تابع ہونے کا حاصل تو اتنا ہی ہے کہ تراویح جماعت سے پڑھی جاتی ہیں تو رمضان میں ان کی تبعیت سے وتر بھی بجماعت پڑھ سکتے ہیں نہ یہ کہ وتر بہر حال جماعت ہی سے پڑھیں:

ہاں **صغیری کی یہ عبارت:** واذا لم یصل الفرض مع الامام قیل لایتبعه فی التراویح ولا فی الوتر وکذا اذا لم یصل معه التراویح ولا یتبعه فی الوتر والصحیح انه یجوز ان یتبعه فی ذلك کله :اور جب فرض امام کے ساتھ نہیں پڑھا تو تراویح میں اس کی اتباع نہ کرے اور نہ وتر میں اور اسی طرح جب اس کے ساتھ تراویح نہیں پڑھا تو وتر میں اس کی اتباع نہ کرے اور صحیح یہ ہے کہ کل میں اس کی اتباع کرے: میں اس کا ابہام ضرور ہے کہ اگر چہ فرض بے جماعت پڑھے ہیں وتر میں شامل ہوسکتا ہے مگر یہ نرا وہم ہے اس کا کوئی قائل نہ ہوا- کتب فقہ دیکھ جایئے دور کیوں جایئے کبیری ہی دیکھ لیجئے اختصار کے سبب یہ وہم پیدا ہوگیا تصحیح دو قولوں میں سے ایک کی ہوتی ہے یہاں کوئی دوسرا قول ہی نہیں: ومن ادعی فعلیه البیان: اور جس چیز کا دعویٰ ہے اسی پر بیان ہے: پھر اگر ہوتا بھی تو اصحاب تصحیح سے اس کی تصحیح اگر ہوتی تو علامہ ابراہیم حلبی صاحب صغیری یہ فرما سکتے کہ:والصحیح: کہ خود یہ اصحاب تصحیح سے نہیں کہ خود کسی قول کی تصحیح کریں: بات یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے خود کبیری ملاحظہ کیجئے اس میں پہلے امام عین الائمہ کرابیسی سے یہ نقل فرمایا: کہ جو فرض جماعت سے نہ پڑھے وہ تراویح جماعت سے نہ پڑھے نہ وتر: یونہی جس نے امام کے ساتھ تراویح نہ پڑھی وہ وتر بھی اُمام کے ساتھ نہ

پڑھے پھراس میں خلاف نقل فرمایا کہ فرمایا:وقال ابو یوسف البانی اذا صلی مع الامام شیئا من التراویح یصلی معه الوتر وکذا اذا لم یدرك معه شیئا منها (غنیۃ /۳۹۱) یعنی امام ابو یوسف البانی نے فرمایا کہ اگر کچھ تراویح بھی امام کے ساتھ پڑھی ہوں تو اس کے ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے یو ہیں اگر کچھ بھی امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں وتر اس کے ساتھ پڑھے۔

پھر فرمایا: وکذا اذا صلی التراویح مع غیرہ له ان یصلی الوتر معه: یعنی یونہی جب کہ امام کے سوا کسی اور امام کے ساتھ تراویح پڑھی تو اسے امام وتر کے ساتھ وتر پڑھنا چاہئے: وهو الصحیح ذکرہ ابو اللیث: یہ صحیح ہے امام ابواللیث نے اسی کو صحیح فرمایا: آگے فرمایا: و کذا قال ظهیر الدین المرغینانی لو صلی العشاء وحدہ فله ان یصلی التراویح مع الامام وهو الصحیح: یونہی امام ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا: کہ اگر عشاء تنہا پڑھی تو اسے جائز ہے کہ تراویح امام کے ساتھ پڑھے اور یہی صحیح ہے: حتی لو دخل بعد ما صلی الامام الفرض و شرع فی التراویح فانه یصلی الفرض اولا وحدہ ثم یتابعه فی التراویح: یہاں تک کہ اگر امام کے فرض پڑھ لینے اور تراویح شروع کر دینے کے بعد آیا تو پہلے فرض علیحدہ پڑھ لے پھر تراویح میں امام کی اتباع کرے۔ کبیری میں اس کا کہیں نشان ہے کہ فرض بے جماعت پڑھے ہوں تو بھی وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے حاشا کہیں نہیں اس کا کہیں پتہ ہی نہیں تصحیح کیسی۔ انہوں نے پہلے امام عین الأئمہ سے تین حکم نقل فرمائے (۱) جس نے فرض بے جماعت پڑھے ہوں وہ تراویح میں امام کی اتباع نہ کرے۔ (۲) یوں ہی وتر میں۔ (۳) جس نے تراویح میں اتباع امام نہ کیا ہو وہ وتر میں بھی اتباع نہ کرے یہ مسئلہ مختلف فیہ تھا اس میں اختلاف ذکر کیا۔ پھر امام ابواللیث سے امام ابو یوسف البانی کے اس قول کی تصحیح نقل فرمائی کہ تراویح ایک کے پیچھے پڑھیں تو دوسرے کے پیچھے وتر پڑھ سکتا ہے یوں ہی پہلے میں بھی اختلاف تھا اور قول آخر یعنی جواز جماعت تراویح بحال فوت جماعت فرض صحیح تھا اسے لکھا اور اس کی امام ظہیر الدین مرغینانی سے تصحیح نقل فرمائی۔ دیکھئے عین الأئمہ کرابیسی کے جواب میں انہوں نے ان دونوں مسئلوں میں امام ابواللیث وامام ظہیر الدین مرغینانی سے تصحیح نقل فرمائیں اور جہاں سادہ خلاف قول

تھا وہاں سادہ نقل فرمایا۔ان کا وہ دوسرا مسئلہ کہ جس نے فرضوں کی جماعت کھوئی ہے وہ وتر جماعت سے نہ پڑھے خلاف سے ہی پاک تھا اسی لئے اس کے خلاف کوئی سادہ قول بھی نقل نہ فرمایا اگر اس کے خلاف کوئی قول ہوتا تو ضرور نقل فرماتے۔ اب بحمدہ تعالیٰ روشن تر ہو گیا کہ صغیری کی عبارت سے جو وہم ہوتا ہے وہ نرا وہم ہے ہرگز ان کی مراد یہ نہیں کہ فرض بے جماعت پڑھے ہوں جب بھی وتر جماعت سے پڑھے یہی صحیح ہے اس کا صحیح ہونا درکنار یہ کسی کا قول ہی نہیں:

کلام خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی عشاء کی جماعت میں شامل نہیں ہوا تو بہتر یہ ہے کہ وتر تنہا پڑھے، لیکن اگر وہ وتر کی جماعت میں شامل ہو جائے تو اس کی نماز ہو جائے گی مگر مکروہ تنزیہی خلاف اولی ہوگی: ھذا ماظہرلی والعلم الحقیقی عند ربی واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم:

....

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

(خلیفئہ حضور تاج الشریعہ و محدث کبیر و خادم فخر ازہر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی ھاسپیٹ وجے نگر –وڈو– کمپلی بلاری و گنتکل آندھرا پردیش و مدرس و شیخ الحدیث مدرسہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ جامعۃ البنات ولاء روڈ سنتے پیٹ و ناظم نشرو اشاعت آل کرناٹکا سنی علماء بورڈ کرناٹک الھند)۔

۲۷۔آیت سجدہ کی تلاوت کی اور سجدہ کیا سجدہ سے اٹھنے کے بعد سورہ فاتحہ پڑھ لیا پھر آیت سجدہ کے بعد والی آیت کی تلاوت کی کیا اس سورت میں نماز ھوگی یا نہیں۔۔؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حافظ صاحب نے نماز تراویح میں آیت سجدہ کی تلاوت کی اور سجدہ کیا سجدہ سے اٹھنے کے بعد سورہ فاتحہ پڑھ لیا پھر آیت سجدہ کے بعد والی آیت کی تلاوت کی تو کیا اس صورت میں اس رکعت والی نماز ہوئی یا نہیں ہوئی جب کہ انہوں نے سجدۂ سہو بھی نہیں کیا شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر شکر گزاری کا موقع دیں عین نوازش ہوگی:بینوا و تؤجروا عند الله :المستفتی: **جیلان برکاتی امام وخطیب مسجد عالم نواز درگاہ ہاسپیٹ وجے نگر کرناٹک:**

الجــــواب : بعون اللـه الملك الوہاب: اللہم ہداية الحق و الصواب:صورت مسئولہ مذکورہ میں نماز ہوگئی سجدۂ سہو بھی واجب نہیں اور نہ ہی نماز لوٹانے کی ضرورت ہے:اس کا اصول یہ ہے کہ فرائض کی پہلی دو رکعات میں اور سنن ونوافل کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے اگر کوئی سہوا شروع میں ہی سورۂ فاتحہ ایک سے زائد مرتبہ تسلسل کے ساتھ پڑھ لے تو تکرار واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے البتہ اگر فرض کی پہلی دو رکعات یا تراویح کی کسی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد بقدر واجب قرأت کرلیا اس کے بعد سورہ فاتحہ مکرر پڑھ لی تو سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا اس لئے اگر امام نے آیتِ سجدہ پر سجدہ کرنے کے بعد کھڑے ہو کر دوبارہ سورت فاتحہ پڑھ لی تو اس سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوا اور نماز درست ہوگئی جیسا کہ،

فتاوی ہندیہ میں ہے:ولو کررہا فی الأولیین یجب علیه سجود السہو بخلاف ما لو أعادہا بعد السورۃ أو کررہا فی الأخریین، کذا فی التبیین (الباب الثانی عشر فی سجود السہو ج۱/۱۲۶)۔

اوراگرشروع کی دورکعت میں سورۂ فاتحہ (تسلسل کے ساتھ)مکرر پڑھ لیا تو اس امام پرسجدۂ سہوواجب ہےاس کے برعکس سورت کی تلاوت کے بعدسوۂ فاتحہ دوبارہ پڑھ لیایادوسری دورکعات میں سورۂ فاتحہ کی تکرارکرلیا(تواس امام پرسجدۂ سہوواجب نہیں ہے) جیسا کہ تبیین میں ہے(ہندیہ ج۱/۱۲۶/الباب الثانی عشر فی سجودالسہو)۔

چونکہ امام نے آیت سجدہ سے قبل سورۂ فاتحہ کی تلاوت کر لی تھی اب اسے آیت سجدہ کی بعدوالی آیت تلاوت کرنی تھی مگر بھول کرسورۂ فاتحہ کی تلاوت کر لی جس سے سورۂ فاتحہ کاتکرارلازم آیامگرتسلسل تکرار لازم نہیں آیایعنی ابتداء میں سورۂ فاتحہ کاتکرارنہیں ہے بلکہ آیت سجدہ کی تلاوت کے بعدتکرار ہےاور دونوں سورۂ فاتحہ کےدرمیان میں آیت سجدہ حدفاصل ہےاوراس تکرار سےسجدۂ سہولازم نہیں آتاتونماز ہوگئی لوٹانے کی ضرورت درکارنہیں ہے:البتہ جان بوجھ کرایسا کرنادرست نہیں ہے:

المحیط البرہانی میں ہے: و ذكر ابن سماعة فی »نوادره« وعن محمد رحمهما الله: إذا قرأ فاتحة الكتاب ساهياً فعليه السهو يريد به إذا لم يقرأ السورة: و علل فقال من قبل أنه ترك قرائة السورة التی بعد الفاتحة، وقرائة السورة بعد الفاتحة واجبة، ولو قرأ فاتحة الكتاب وسورة ثم قرأ فاتحة الكتاب فلا سهو عليه:

ابن سماعہ نے اپنےنوادر میں ذکرکیاامام محمدرحمہما اللہ تعالیٰ سےمروی ہے جب بھول کرفاتحۃ الکتاب کی قرأت کی تواس پرسجدۂ سہوہےاس سےمرادیہ ہے کہ جب کسی سورت کی تلاوت نہ کی ہو(یعنی سورۂ فاتحہ کے بعدکسی سورت کی تلاوت کئے بغیر دوبارہ سورۂ فاتحہ کی تلاوت کی ہوتب سجدۂ سہو واجب ہوگا اوراگرسورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعدکسی سورت کی تلاوت کرلی پھربھول کرسورۂ فاتحہ پڑھ لیاتوسجدۂ سہو واجب نہیں)اوراس کی علت بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہاکہ(یہ اس وقت ہے جب کہ)اس نے سورت کی قرأت ترک کی جوسورۂ فاتحہ کے بعد ہےاورسورت کی تلاوت سورۂ فاتحہ کے بعدواجب ہے (اورترک واجب سےسجدۂ سہولازم ہے)اوراگرسورۂ فاتحہ قرأت کی پھرکسی سورت کی تلاوت کی اور

اس کے بعد (بھول کر) سورۂ فاتحہ کی تلاوت کر لی تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے:

وعن ہذا قیل:إذا قرأ فی صلاۃ الجمعة سورة السجدة وسجد لها ثم قام وقرأ الفاتحة وقرأ: }تتجافی جنوبهم{ (السجدة: ١٦) لا سهو عليه، وإن قرأ الفاتحة مرتين؛ لأن ما قرأها على الولاء: اوراسی کے ضمن میں کہا گیا کہ جب نماز جمعہ میں سورۂ سجدہ کی تلاوت کی اور اس کا سجدہ کرلیا پھر قیام کیا اور سورۂ فاتحہ کی قرأت کی اور اس کے بعد (تتجافی جنوبھم/السجدہ/١٦) کی قرأت کی تو اس سجدۂ سہو واجب نہیں اگر چہ سورۂ فاتحہ کی تلاوت دومرتبہ کی مگر اس کی تلاوت متصل نہیں کی (اس لئے اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے)۔

وروی ابراہیم عن محمد رحمۃ اللہ علیہما:إذا قرأ الفاتحة فی ركعة مرتين، فإن كان ذلك فی الأولين فعليه السهو من غير فصل بينهما إذا قرأ بينهما سورة أو لم يقرأ، وإن كان فی الآخريين فلاسهوعليه (المحیط البرہانی للإمام برہان الدین ابن مازۃ ج ٢/ ٢٤٨)۔
ابراھیم علیہ الرحمہ سے روایت کی گئی وہ امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب سورۂ فاتحہ کی قرأت ایک رکعت میں دومرتبہ کی گئی تو اگر وہ پہلی دو رکعت میں ہے تو اس پر (اس وقت) سجدۂ سہو (واجب ہے) جب کہ ان دونوں سورۂ فاتحہ کے درمیان کسی آیت کا فصل نہ ہو اور جب ان دونوں کے درمیان کسی سورت کی قرأت کیا یا قرأت نہیں کیا تو اگر وہ دوسری دو رکعات میں ہے تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے:

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:ولو قرأ فاتحة الكتاب وسورة ثم قرأ فاتحة الكتاب فلا سهو عليه؛ لأنه ما قرأها على الولاء۔ (الفتاوی التاتارخانیۃ ج ٣٩١/٢ /کتاب الصلاۃ،فصل سجود السھو)۔اور اگر سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت کی تلاوت کیا پھر فاتحۃ الکتاب کی قرأت کیا تو اس پر سجدۂ سہو

واجب نہیں ہے کیونکہ سورۂ فاتحہ کی تلاوت متصل نہیں کیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حافظ صاحب نے ایک ہی رکعت میں دو مرتبہ سورۂ فاتحہ کی تلاوت تو کی جس سے تکرار فاتحہ لازم آیا مگر اس تکرار میں انفصال ہے اتصال نہیں کیونکہ درمیان میں سورت کی تلاوت حائل ہے جو فصل کی حیثیت سے ہے اس لئے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوئی اور نماز کامل ہوگئی لوٹانے کی حاجت نہیں:

والله سبحانه اعلم ورسوله صلى الله عليه وسلم:

....

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

(خلیفئه حضور تاج الشریعه و محدث کبیر و خادم فخر ازهر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی هاسپیٹ وجے نگر –وڈو– کمپلی بلاری و گنتکل آندهرا پردیش و مدرس و شیخ الحدیث مدرسه حضرت خدیجة الکبریٰ جامعة البنات ولاء روڈ سنتے پیٹ و ناظم نشرو اشاعت آل کرناٹکا سنی علماء بورڈ کرناٹك الهند)

۲۸۔تہجد کی نماز رمضان میں جماعت کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے

کیا فرماتے علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کیا تہجد کی نماز رمضان میں جماعت بالتداعی کے ساتھ پڑھنا جائز ہے:**المستفتی: محمد عمران علی رضوی سوفٹ ویئر انجنیر و ایکٹیو ممبر جماعت رضائے مصطفے ہاسپیٹ وجے نگر کرناٹک الہند:**

الجـــواب: بعون الملك الوهاب؛ صورت مسئولہ میں نفل نماز باجماعت تداعی کے ساتھ ادا کرنا عندالاحناف مکروہ ہے سوائے صلاۃ تراویح۔کسوف اور استسقاء کے کیوں کہ وہ نماز اس حکم عمومی سے مستثنی ہیں یعنی تراویح۔کسوف اور استسقاء کی نماز تداعی کے ساتھ با جماعت ادا کرنا عند الشرع مشروع وجائز ھے بقیہ نماز نفل تداعی کے ساتھ باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے۔

جیسا کہ حلبی کبیر میں ہے: و اعلم ان النفل بالجماعة على سبيل التداعى مكروه على ماتقدم ماعدا التراويح وصلاة الكسوف و الاستسقاء (حلبی کبیر ج۱/۴۳۲لاہور؛ مثلہ فی البحر الرائق ج۲/۵۲کوئٹہ؛ بزازیہ علی الفتاوی الہندیہ ج۴/۹۲)۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: التطوع بالجماعة اذا كان على سبيل التداعى يكره (ہندیہ کتاب الصلواۃ۔الباب الخامس فی الامامۃ۔زکریا قدیم ج۱/۸۳جدید ج۱/۱۴۱)۔

بحرالرائق میں ہے: و لو صلوا الوتر بجماعة فى غير رمضان فهو صحيح مكروه كالتطوع فى غير رمضان بجماعة وقيده فى الكافى بان يكون على سبيل التداعى امالو اقتدى واحد بواحد او اثنا بواحد لايكره واذا اقتدى ثلاثة بواحد اختلفوا فيه و ان اقتدى اربعة بواحد كره اتفاقا (البحرالرائق ج۲/۷۰ باب الوتر

والنوافل ومثلہ فی الدر دالمختار علی ردالمحتار ج ۲/ ۴۸ بحث صلواۃ التراویح)۔

درمختار میں ہے: یکرہ ذلك لو علی سبیل التداعی (الدرالمختار کتاب الصلاۃ۔باب الوتر والنوافل ج ۴/ ۳۷۵/ ۳۷۶)۔

محقق علی الاطلاق امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب وہی ہے کہ (نفل نماز کی) جماعت بالتداعی ہوتو مکروہ ہے کما نص علیه فی " البزازیة " و " التتار خانیة " و " الحاوی القدسی " و " الحلبیة " و " الغنیة " و " نور الایضاح " و " المراقی الفلاح " و " الاشباه " و " شروحها و الدر المختار۔ کتاب الصلاۃ۔باب الوتر والنوافل ج ۴/ ۳۷۵/ ۳۷۶ وردالمحتار۔کتاب الصلاۃ باب الوتر والنوافل۔ مطلب فی کراھیۃ الاقتداء ج ۴/ ۳۷۵/ ۳۷۶) فتاوی رضویہ۔کتاب الصلاۃ۔باب الوتر والنوافل ج ۵/ ۶۷۵ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف مع تخریج وترتیب جدید) عبارت مذکورہ بالا سے واضح ہے کہ نماز نفل کی جماعت بالتداعی عندالاحناف مکروہ ہے تداعی نہ ہوتو نماز نفل با جماعت ادا کرنا مکروہ نہیں ہے اب سمجھنا یہ ہے کہ تداعی کس کو کہتے ہیں اور اس کا اطلاق کتنے لوگوں پر ہوتا ہے جب اس کا تحقیق ہوگا تو ایسی نماز نفل با جماعت کی ادائیگی مکروہ قرار پائے گی ورنہ مکروہ قرار نہیں پائے گی۔
تداعی کا مطلب مذہب اصح کے مطابق یہ ہے کہ نماز نفل کی جماعت میں چار یا چار سے زائد مقتدی کا جماعت میں شامل ہونا یہ اسی وقت ہوگا جب کہ اس کا اہتمام کیا جائے اور اس کے لئے دعوت دیکر نماز نفل کی جماعت کے لئے لوگوں کو اکٹھا کیا جائے تو اس طرح نماز نفل جماعت کے ساتھ پڑھنا حنفیہ کے نزدیک بالاتفاق مکروہ ہے۔

تداعی سے متعلق امام طحاوی فرماتے ہیں: قال الطحطاوی؛ والتداعی ان یجمع اربعة

فاكثر على امام و دون ذلك لايكره اذا صلوا فى ناحية من المسجد كذا فى القهستانى ونقله فى البحر عن الصدر الشهيد وظاهر اطلاقه الكراهية انها التحريمية (طحطاوی علی الدر۔کتاب الصلاۃ۔باب الامامۃ۔کوئٹہ ج۱/۲۴۰)۔

ایسا ہی درمختار اور مختار مع شامیہ میں ہے؛ یکره ذلك علىٰ سبيل التداعى بان يقتدى اربعة بواحد (درمختار) (قوله اربعة بواحد) اما اقتداء واحد بواحد اواثنين بواحد فلا يكره وثلاثة بواحد فيه خلاف (السنن والنوافل مطلب فی کراھیۃ الاقتدآء علی سبیل التداعی الخ درمختار مع الشامی ج۱/۶۶۴) قال شمس الائمة الحلوانى: ان اقتدى به ثلاثة لايكون تداعيا فلايكره اتفاقا وان اقتدى به اربعة فالاصح الكراهية (طحطاوی علی المراقی الفلاح ج۱/۱۵۶) تداعی کے معاملے میں تین اور چار میں اختلاف ہے۔

کافی کی عبارت میں ہے؛(لا يصلى تطوع بجماعة الا قيام رمضان) وعن شمس الائمة ان التطوع بالجماعة انما يكره اذا كان على سبيل التداعى اما لو اقتدى واحد بواحد او اثنان بواحد لا يكره و اذا اقتدى ثلاثة بواحد اختلف فيه وان اقتدى اربعة بواحد كره اتفاقا (الکافی۔کتاب الصلواۃ۔باب النوافل فصل فی التراویح ج۱/۱۰۶ ملتقطا) اور اصح یہ ہے کہ تین مقتدیوں میں بھی کراہت نہیں ہے جیسا کہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:قوله (اختلف فيه) والاصح عدم الكراهية (حاشیۃ الطحطاوی۔کتاب الصلاۃ۔باب الوتر/ ۳۶۸) محقق علی الاطلاق امام احمد رضا خان فاضل بریلوی فرماتے ہیں کہ شمس الائمہ حلوانی سے "خلاصہ" وغیرہ میں یوں منقول ہے کہ تین مقتدیوں تک بالاتفاق کراہیت نہیں چار میں اختلاف ہے اور اصح کراہیت خلاصہ کی عبارت یہ ہے:اصل هذا ان التطوع بالجماعة اذا كان على سبيل التداعى يكره فى الاصل للصدرالشهيد اما اذا صلى بجماعة

بغیر اذان و اقامة فی ناحیة المسجد لایکرہ وقال شمس الائمة الحلوانی ان کان سوی الامام ثلاثة لایکرہ بالاتفاق و فی الاربع اختلف المشائخ والاصح انه یکرہ (الخلاصة ۔ کتاب الصلواۃ ۔ الخامس عشر فی الامامۃ والاقتداء ۔ الجزء الاول/۱۵۴؛ فتاوی رضویہ ۔ کتاب الصلاۃ باب الوتر والنوافل ج۵/۶۸۲ رضا اکیڈمی بریلی شریف) محقق علی الاطلاق امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اختلاف فقہاء ومشائخین کے پیش نظر فرماتے ہیں کہ دو مقتدیوں میں بالاجماع جائز اور پانچ میں بالاتفاق مکروہ اور تین چار میں اختلاف نقل ومشائخ اور اصح یہ ھے کہ تین میں کراہیت نہیں چار میں ہے تو مذہب مختار یہ نکلا کہ امام کے سوا چار یا زائدھوں تو کراہیت ہے ورنہ نہیں ولہذا درروغرر اور درمختار میں ہے؛ یکرہ ذلك لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد (الدرالمختار ۔ کتاب الصلاۃ ۔ باب الوتر والنوافل ج۴/ ۳۷۵/ ۳۷۶؛ فتاوی رضویہ ج۵/۶۸۳ بریلی شریف) پھر اظہر یہ کہ یہ کراہت صرف تنزیہی ہے یعنی خلاف اولی لمخالفۃ التوارث نہ تحریمی کہ گناہ و ممنوع ہو۔

فقہاء کرام کی ان عبارات سے بھی نماز نفل کی جماعت بالتداعی کا مکروہ تنزیہہ خلاف اولی توارث کی مخالفت کے باعث ہونا واضح ہوتا ہے جب کہ اس پر مواظبت نہ ہو چونکہ نماز نفل کی جماعت کا اہتمام کرنا اور اس پر استقامت ومداومت اختیار کرنے کو فقہاء نے بدعت مکروہہ کراھیہ شدیدہ اور لفظ تحریم سے تعبیر فرمایا ہے جیسا کہ بحر میں ہے

صدر الشہید سے منقول ہے؛ و ظاہر اطلاقہ الکراہیة انہا التحریمیة (طحطاوی علی الدر کتاب الصلاة باب الامامة کوئٹه ج۱/۲۴۰) ظاہر امطلق کراہیت کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریمی ہے۔ امام ربانی **مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:** افسوس در افسوس! بعضے از بدعتھا در سلاسل دیگر اصلا موجود نیست دریں طریقہ علیہ احداث نمودہ اند ونماز تہجد جماعت میگزارند اطراف وجوانب درآں وقت مردم از برائے نماز تہجد جمع می گردند وبجمیعۃ تمام ادا می نمازیند وایں عمل مکروہ

است بکراہت تحریمی جمعے از فقہاء کہ تداعی شرط کراہت داشتہ اند جواز جماعت نفل را مقید بناحیۂ مسجد ساختہ زیادہ از سہ کس را باتفاق مکروہ گفتہ اند(مکتوبات امام ربانی ج ۱/ مکتوب/۱۴۴)۔

ردالمحتار میں ہے:(قولہ: یکرہ ذلک) اشار الی ماقالوا ان المراد من قول القدوری فی "مختصره " لا یجوز الکرهیت لا عدم اصل الجواز لکن فی "الخلاصة " عن القدوری: انه لایکره و ایده فی "الحلبة "بما اخرجه الطحطاوی عن المسور بن مخرمة قال: دفنا ابابکر رضی الله تعالیٰ عنه لیلا فقال عمر رضی الله تعالیٰ عنه انی لم اوتر۔ فقام وصففنا ورائه فصلی بنا ثلاث رکعات لم یسلم الا فی آخر هن ثم قال: ویمکن ان یقال الظاہر ان الجماعة فیه غیر مستحبة ثم ان کان ذلك احیانا کما فعل عمر رضی الله تعالیٰ عنه کان مباحا غیر مکروه وان کان علی سبیل المواظبة کان بد عة مکروهة لانه خلاف المتوارث وعلیه یحمل ماذکره القدوری فی " مختصره " وماذکره فی غیر " مختصره " یحمل الاول (ردالمحتار۔ کتاب الصلاۃ۔ باب الوتر والنوافل مطلب فی کراهۃ الاقتداء ج ۴/ ۳۷۵/۳۷۶/ فتاوی رضویہ ج ۵/ ۶۸۰ بریلی شریف) دیابنہ کے تمام علماء نے نماز نفل کی جماعت بالتداعی ہی کو مکروہ تحریمی قرار دیدیا اور اس پر اتفاق کرلیا اور عبارت سمجھے بغیر اس کا انتساب حنفیہ کی طرف کردیا جو دیابنہ کی سب سے بڑی جہالت ہے جیسا کہ ان کی کتاب میں ہے: نماز نفل کی جماعت بالتداعی حنفیہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے(فتاوی رشیدیہ جلد دوم/ ۵۵)۔

صاحب نظام الفتاوی مفتی نظام الدین صاحب اعظمی تہجد باجماعت کے مسئلہ کو اختلافی کہنے والوں کے متعلق لکھتے ہیں: فتاویٰ رشیدیہ ص:۴۹۹، میں لکھا ہوا مسئلہ بالکل صحیح ہے پس جب چار مصلی یا اس سے زیادہ مصلیوں کے ساتھ تہجد کی جماعت کی جائے گی تو یہ جماعت ونماز بکراہت تحریمی مکروہ ہوگی، اور یہ

مسئلہ جمہور احناف کا ہے، اسے اختلافی کہنا صحیح نہیں ہے، کما صرح به فى الشامية وغيرها من كتب الفقهية المعتبرة عند الاحناف۔ (نظام الفتاوی ۶/۲۲ مکتبہ جبریل) جب کہ شامیہ و کتب معتبرہ فقہیہ میں مطلقاً مکروہ لکھا ہوا ہے مکروہ تحریمی نہیں البتہ مواظبت پر تحریمی و بدعت مکروہہ کا اطلاق ہے واضح ہے کہ قاعدہ کے مطابق مقام ہذا میں مطلق مکروہ سے مکروہ تحریمی لیا جائے تو مواظبت کی قید عبث قرار پاتی ہے جو صحیح نہیں بلکہ کہا جائے گا کہ مکروہ سے مراد تنزیہہ ہی ہے مگر دیابنہ علمی معیار کا اندازہ کیجئے اوراس مبلغ علمی پر ماتم کی کیجئے لکھتا ہے کہ نماز باجماعت باتفاق فقہائے احناف مکروہ ہے، (مگر حوالہ ندارد) صرف علامہ شامی علیہ الرحمہ نے بحث کرتے ہوئے اپنی رائے میں مکروہ تنزیہی لکھا ہے، جس کے پیش نظر مولانا ابوالوفاء افغانی نے بھی مکروہ تنزیہی لکھا ہے، (علامہ شامی کی عبارت کو ان کی اپنی رائے قرار دیا) ان کے علاوہ باقی کسی بھی حنفی مسلک کے فقیہ نے مکروہ تنزیہی نہیں کہا ہے، یا تو مطلقاً مکروہ کہا یا مکروہ تحریمی کہا ہے۔

جیسا کہ علامہ طحطاوی علیہ الرحمہ نے 'طحطاوی علی الدر' میں مکروہ تحریمی لکھا ہے علامہ طحطاوی کی عبارت سمجھنے سے دیابنہ قاصر رہا ہے اسی طرح مجدد الف ثانی نے بھی مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ اوراسی طرح حضرت گنگوہی نے بھی مکروہ تحریمی لکھا ہے. اور مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے بھی مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ اوراسی وجہ سے حضرت مفتی شفیع صاحب اوران کے صاحبزادہ مولانا مفتی تقی عثانی نے بھی مکروہ تحریمی لکھا ہے، لہٰذا تہجد اور صلاۃ التسبیح کی نماز باجماعت پڑھنا جس میں تین سے زائد مقتدی ہوں مشروع نہیں ہے، بلکہ اکثر فقہاء کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے، اس لئے اس سے گریز کر کے اپنے آپ کو دور رکھنا ضروری ہے۔ دیابنہ کو چاہئے کہ اس پر صریح عبارت پیش کرتے اور عدم اختلاف کو ثابت کرتے مگر ایسا نہ کر کے اپنی جہالت تامہ مطلقہ محضہ کا ثبوت دے دیا ہے۔ آگے چل کر ان کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا قول بھی نقل کردونگا تا کہ اس آئینہ میں ان کے قبیلے کی جہالت کا تماشہ دیکھ لیا جائے۔

اس سے قبل درمختار کی یہ عبارت دیکھیں۔ فی "الحلبة" الظاهر ان الجماعة فيه غير مستحب (واضح ہے کہ مکروہ تنزیہی خلاف اولی ہی قرار پائے گا) ثم ان كان ذلك احيانا كان

مبــاحـــا غيـر مكروه (کبھی کبھار پڑھا جائے تو مباح لکھا ہے تو مکروہ تنزیہی بھی قرار نہیں پائے گا) وان كـان عـلـى سبيـل المواظبة كان بدعة مكروهة۔ لانه خلاف التوارث و يؤيد ايضا مافى " البدائع " من قوله ان الجماعة فى التطوع ليست بسنة الا فى قيام رمضـان۔ فان نفى السنة لايستلزم الكراهية (دیابنہ اس عبارت کو آنکھ پھاڑ کر دیکھ لے) ثم ان كـان مـع المواظبة كان بدعة فيكره و فى "حاشية البحر "للخير الرملى علل الكراهة فى "الضياء" و "النهاية " بـان الوتر نفل من و جه والنفل بالجماعة غير مستـحـب لانه لم تفعله الصحابة فى غير رمضـان وهو كالصريح فى آنها كراهة تـنـزيـيــه۔ تـآمل۔ اھ (ردالمحتار۔ کتاب الصلاۃ۔ باب الوتر والنوافل۔ مطلب فی کراہۃ الاقتداء ج ۴/۳۷۵/۳۷۶/ فتاوی رضویہ ج ۵/۶۸۳ بریلی شریف) واضح ہوا کہ نماز نفل کی جماعت بالتداعی عند الاحناف مکروہ تنزیہی خلاف اولی لمخالفۃ التوارث ہے اور اس پر مواظبت مکروہ تحریمی قرار پائے گا: فــقــط والله تعالىٰ اعلم ورسوله صلى الله عليه وسلم:

....

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

(خليفئه حضور تاج الشريعه و محدث كبير و خادم فخر ازهر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی هاسپیٹ وجے نگر –وڈو– كمپلی بلاری و گنتکل آندهرا پردیش و مدرس و شیخ الحدیث مدرسه حضرت خديجة الكبرىٰ جامعة البنات ولاء روڈ سنتے پیٹ و ناظم نشرو اشاعت آل كرناٹكا سنى علماء بورڈ كرناٹك الهند)

۲۹۔ پندرہ رمضان کوایک ہیبت ناک آواز کے واقع ہونے کی حقیقت؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مکتوب کے بارے میں جو پندرہ رمضان کوایک ہیبت ناک آواز بلند ہونے سے متعلق سوشیل میڈیا پر وائرل ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس کا ذکر حدیث میں ہے جسے لوگ بڑے زور وشور سے پھیلا رہے ہیں دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ اس رمضان کی پندرہ تاریخ جمعہ کو پڑ رہا ہے صاف ظاہر ہے کہ اس پوسٹ کو شائع کرنے والے اسی رمضان کو اس واقعہ کا ظہور مان رہے ہیں اور اسی رمضان کی پندرہ تاریخ یوم جمعہ کو ایک ہیبت ناک آواز بلند ہونے کو اس حدیث کا مصداق بتارہے ہیں جس میں ایسے واقعہ کے ظہور پذیر ہونے کا ذکر ہے جس کے باعث عوام اہلسنت میں ایک خوف و دہشت طاری ہے اور ہر ایک طرف بے قراری و بے چینی کی فضا گرم ہے اور لوگوں میں سخت اضطرابی کیفیت کا ماحول پر پا ہے اس لئے آپ سے گزارش ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے اس پر مفصل و مدلل جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں مکتوب کا عنوان سوال و جواب کی صورت میں ہے جس کو یہاں بیان کر دیا جارہا ہے اس کا مطالعہ کرکے اس کی روشنی میں جواب عنایت فرما دیں کرم ہوگا۔ مسئلہ مرسلہ: جناب خلیل صاحب سوداگر کٹرہ مانسرائے بریلی کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کو رمضان المبارک میں کوئی ہیبت ناک بات واقع ہونے والی ہے جس کی نسبت حضور کی طرف بعض آدمیوں نے کی ہے کہ مولوی صاحب نے ایسا فرمایا کہ جمعہ کی رات کو ایک ہیبت ناک آواز آوے گی ۔ بینوا وتؤجروا ۔

الجــواب : (محقق علی الاطلاق فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ) آئے گی مگر یہ نہ کہا تھا کہ اسی رمضان میں آئے گی جب آئے گی تو وہ رمضان ہی ہوگا جس کی پندرھویں جمعہ کو ہوگی اس سال زلزلے کثرت سے ہونگے اولے کثرت سے پڑیں گے پندرھویں شب رمضان شب جمعہ ایک دھاکا

ہوگا صبح کی نماز کے بعد ایک چنگھاڑ سنائی دے گی۔ حدیث میں آیا ہے کہ اس تاریخ کو نماز صبح پڑھ کر گھروں کے اندر داخل ہو جاؤ اور کواڑ بند کر لو، گھر میں جتنے روزن ہوں بند کر لو کپڑے اوڑھ لو، کان بند کر لو، پھر آواز سنو تو فوراً اللہ عزوجل کیلئے سجدہ میں گرو اور یہ کہو: سبحان القدوس ،سبحان القدوس ربنا القدوس :جو ایسا کرے گا نجات پائے گا جو نہ کرے گا۔ ہلاک ہوگا یہ حدیث کا مضمون ہے اس میں یہ تعین نہیں کہ کس سنہ میں ایسا ہوگا بہت رمضان المبارک گزر گئے جن کی پہلی جمعہ کو تھی اور ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی گزریں گے۔ ہاں جو خبر دی ہے ہونے والی ضرور ہے جب کبھی ہو۔ اللہ تعالیٰ سے خوف و امید ہر وقت رکھنا چاہئے واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوی رضویہ ج ر ۱۲ /۱۵۹/۶۰ ر رضا اکیڈمی بمبئی)مشکل الفاظ کے بعض معانی: اولے (بخارات کے جمے ہوئے قطرے جو برف کی شکل میں آسمان سے گرتے ہیں: روزن (سوراخ ، روشندان اورشگاف سے چنگھاڑ (شور وغل وچیخ و پکار) کواڑ (دروازہ) جس حدیث کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے وہ حدیث پاک اصل الفاظ کے ساتھ یہ ہے۔ عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كانت صيحة فى رمضان فانه يكون معمعة فى شوال وتميز القبائل فى ذى القعدة و تسفك الدماء فى ذى الحجة والمحرم يقولها ثلاثةمرات هيهات هيهات يقتل الناس فيه ہر جا ہر جا قلنا و ماالصيحة يارسول الله قال ہدة فى النصف من رمضان ليلة الجمعة فتكون ہدة توقظ النائم وتقعد القائم وتخرج العوائق من خدورهن فى ليلة جمعة فى سنة كثيرة الزلازل والبرد فاذا وافق شهر رمضان فى تلك السنة ليلة الجمعة فاذا صليتم الفجر من يوم الجمعة فى النصف من رمضان فادخلوا بيوتكم واغلقواابوابكم وسدوا كواكم و د ثروانفسكم و سدوآذانكم وا حستم بالصبيحه فخروا سجدا الله مسجدا و قولوا : سبحان القدوس، سبحان القدوس ربنا القدوس فانه من فعل ذلك نجأ

و مـن لـم يفعل هلك (نعيم/ كنز العمال ج / ١٤/ ٥٧٠/ حديث نمبر/ ٣٩٦٢٧/ افـاد : الألـى الـمسنونة فى احاديث الموضوعة .للسيوطى: ٣٨٤/٣٨٥/ ٣٨٦ /جامع الاحاديث كتاب المناقب باب علم الغيب /ج ٤١٧/١)اخرجه نعيم بن حماد فى الفتن ج: ١/ ٢٢٨/ رقم/ ٦٣٨) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب رمضان میں چیخ آئے گی تو شوال میں فتنے بپا ہونگے ذوالقعدہ میں قبائل میں اختلاف و انتشار ہوگا ۔ذوالحجہ اور حرم میں خون ریزی ہوگی محرم کیا ہے؟ اسے تین مرتبہ فرمایا اس سے دور رہو اس میں لوگ قتل وقتال کریں گے ہم نے کہا وہ چیخ کیا ہے؟ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو آپ نے فرمایا کہ پندرھویں رمضان کی شب جمعہ کو ایک چیخ آئے گی تو وہ چیخ سونے والے کو بیدار کردے گی اور کھڑے ہوئے شخص کو بٹھادے گی آزاد عورتیں بے پردہ نکلیں گی۔ اس سال زلزلے کثرت سے آئیں گے۔اولے کثرت سے پڑیں گے اور جب اس سال شب جمعہ رمضان کا مہینہ آجائے اور تم پندرھویں رمضان کو جمعہ کے دن فجر کی نماز ادا کر کے اپنے گھروں میں داخل ہوجاؤ، روشندان بند کرلو، کپڑے اوڑھ لو، اوراپنے کانوں کو بند کرلو، تمہیں چیخ کا احساس ہوتو فورا اللہ کے بارگاہ میں سجدہ ریز ہوجاؤ اور یہ کہو: سبحـان الـقدوس سبحان القدوس ربنا القدوس: جو ایسا کرے گا نجات پائے گا اور جو ایسا نہ کرے گا ہلاک ہوگا اس کا تفصیلی جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔المستفتی: مولانا غلام مصطفے سبحانپور کٹوریہ عمرپور بانکا بھاگلپور بہار؛ ۲۰۱۵۔۔۔۔۔

الجواب:- بعـون الـلـه الـملك الوہاب وہوالمعين والمستعان : اللهم ہداية الحق والـصـواب :صورت مسئولہ مذکورہ میں رمضان کے پندرھویں کو جمعہ کے وقوع کے باعث یا جمعہ کو رمضان کے شروع ہونے کے سبب اس عنوان سے اشتہارات چھپوا کر شائع کرنا اور لوگوں میں خوف و حراس کا ماحول پیدا کرنا سراسر غلط ہے کسی چیز کو شائع کرنے سے قبل اس کے فوائد ونقصانات کا جائزہ لینا

چاہئے اگر فوائد کے پہلو اغلب ہوں تو اس کی اشاعت وترویج کرنی چاہئے ورنہ نہیں اس پوسٹر واشتہار کی اشاعت میں مضرات کے گوشے نمایاں ہیں مثلا آدمی اس سے یہی مراد لیگا کہ اس رمضان کے پندرہ تاریخ کو ایسا ہونے والا ہے خوف کا ماحول پیدا ہوگا مہلک امراض کے شکار لوگوں کی موت بھی واقع ہو سکتی ہے کثرت سے بیان کرنے کے باعث افراتفری کی فضا گرم ہوگی دشمنان اسلام کے کانوں تک بات پہونچے گی مقررہ تاریخ میں جب وہ حوادث ظہور پذیر نہیں ہونگے تو عدوان دین اس کے ذریعے لوگوں اسلام سے دور کریں گے احادیث رسول کا مذاق اڑائیں گے اور اس کی تکذیب کریں گے احادیث مبارکہ کی خفت اس واقعات کو سامنے رکھ کر بیان کریں گے جو اسلام کی عظمت و رفعت کے رسوائی کا سبب بنے گا۔ اسلام کے خلاف تنفر کی ہوا چل پڑے گی سادہ اور خالی الذہن لوگ مغالطے کے شکار ہونگے احادیث مبارکہ کو مشکوک نگاہوں سے دیکھیں گے۔ عدوان رضا اس قصہ کو خوب خوب ہوا دیں گے اور اس کے توسط سے محدث بریلوی پر اعتراضات وتنقیدات کا بوچھار کریں گے اس کے علاوہ بھی ان گنت نقصانات ومضرات ہیں اس لئے اس کی اشاعت کرنا کسی طرح بھی لائق تحسین نہیں جہاں تک سوال ہے محدث بریلوی قدس سرہ سے سوالات اور اس کے جوابات کا تو وہ بھی واضح ہے کہ محدث بریلوی رضی اللہ تعالی کے زمانے میں بھی اس حدیث کو پیش کر کے یہی باتیں پھیلائی جارہی ہونگی۔ جس کے باعث سائل کو حقیقت وصداقت سے واقفیت کیلئے محقق علی الاطلاق امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ سے سوال کرنے کی ضرورت آن پڑی ہوگا اور اس کا جواب محدث بریلوی قدس سرہ نے رقم فرما کر اپنے عہد کے رمضان میں اس حادثہ کے وقوع کا رد فرما دیا اور آنے والے دنوں کے کئی رمضان میں بھی نہ آنے کی مہر لگا دی جس کا محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالی نے تردید کی اسی کو فتاوی رضویہ کے حوالے سے اثباتی پہلو میں بھی بیان کرنا درست نہیں ہے محدث بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ آئے گی مگر یہ نہ کہا تھا کہ اسی رمضان میں آئے گی جب آئے گی تو وہ رمضان ہی ہوگا جس کی پندرھویں جمعہ کو ہوگی۔ مزید فرماتے ہیں بہت رمضان المبارک گزر گئے جن کی پہلی جمعہ کو تھی اور ان شاء اللہ آئندہ بھی

گزریں گے حضرت بریلوی قدس سرہ کے زمانے کے بعد بھی ایسا ہوا مگر کہیں کچھ نہ ہوا اور اتنی ہنگامی صورت بھی کبھی پیدا نہیں ہوئی اس مرتبہ لوگوں نے اس کو ایک حوا بنا دیا اور یہ افواہ پھیلانے لگے کہ اس کی وجہ سے نیپال کا زلزل رونما ہوا اس کے سبب ہندوستان کے چند خطے میں زلزلے کے اثرات کا تسلسل ہے لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ حدیث میں جس کثرت زلزلہ اور اولے کا تذکرہ ہے کیا وہ نیپال و ہندوستان کے ساتھ خاص ہے خصوصیت کی وجہ کیا ہے حدیث میں کسی ملک کا نام ہے یا یہ ہے کہ کسی خطے میں بھی زلزلہ کی کثرت ہوگی جب ایسا نہیں ہے تو اس زلزلے کو حدیث کے کثرت زلزلہ پر کیسے محمول کرلیا گیا مطلقا کثرت زلزلہ اور اولے کا ذکر اس بات کا متقاضی ہے کہ زلزلے کی کثرت عام ہو پوری دنیا میں اس کے اثرات پائے جائیں اور اس کی کثرت ہو جو یہاں نہیں ہے تو پھر اس حادثہ کا منظر نامے پر آنے کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے اور حدیث میں کسی سنہ کا تعین بھی نہیں ہے تو اس کو مقید کرنا بھی جائز و درست نہیں اور جتنی نشانیاں مذکور ہیں۔ وہ سب قیامت کی علامت میں شامل ہیں جب تک مذکور نشانیاں ظہور پذیر نہیں ہونگے اس وقت تک یہ حادثہ معرض وجود میں نہیں آئے گا۔ تیسری چیز بھی قابل غور ہے کہ جو لوگ تسبیح پڑھیں گے اور خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونگے وہ نجات پائیں گے اس کے علاوہ سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حدیث کے مخاطبین مومن ہیں یا کافر ومشرکین بھی اگر فقط مومن ہیں تو کیوں؟ جب کہ اس وقت کافر ومشرکین بھی موجود ہیں البتہ ایسا ہوسکتا ہے؟ کہ جب امام مہدی رضی اللہ تعالی عنہ کا ظہور اور حضرت عیسی علیہ السلام کا نزول ہو جائے پھر اہل اسلام میں برائیاں نقطۂ عروج کو پہونچ جائے اس وقت اس حادثے کا ظہور ہو چونکہ اس وقت صرف اور صرف اہل اسلام ہی ہونگے اس وقت جو شخص مذکورہ بالا امور کو عملی جامہ پہنائے گا اور اس تسبیح کو پڑھے گا محفوظ رہے گا جو نہیں پڑھے گا ہلاک ہوگا یا پھر نزول عیسی علیہ السلام کے بعد واقع ہو جو پڑھے گا محفوظ رہے گا اور کافر و مشرکین بالکلیہ ہلاک ہو جائیں گے صرف پڑھنے والے اہل اسلام باقی رہیں گے جس پر چالیس سال تک کم وبیش حضرت عیسی علیہ السلام کی حکومت ہوگی اس سے قبل جمیع کافر ومشرک کا ہلاک ہونا حدیث

میں مذکور نہیں ہے نہ اس پر کوئی دلیل قائم ہے۔اب اگر کوئی قیامت کی نشانیاں دیکھ کر قیامت کے وقوع کا اعلان کر دے تو یہ اس کی حماقت ہوگی۔اسی طرح یہ دیکھ کر کہ رمضان کا مہینہ ہے اور اس کی پندرھویں تاریخ کو جمعہ کا دن ہے اس بنیاد پر اس حادثہ کے ظہور کا ذکر کرنا اور اس کو پھیلانا بھی حماقت ہے جہاں تک اصلاح معاشرہ کی بات ہے تو اس کے بہت سارے راستے اور طریقے ہیں اس کی ایک صورت موت بھی ہے ایک سانس کی آمد کے بعد دوسری سانس کی آمد کی کوئی امید نہیں سانس کی آمد کے بعد ورفت کی گنجائش ہے اس سے قبل کہ آمد ورفت کا سلسلہ بند ہو جائے اس کا تسلسل ٹوٹ جائے توبہ و استغفار کر کے راہ راست پر آ جانا چاہئے ایک مسلمان کی حیثیت سے اسلامی یونیفارم کا ہونا ضروری ہے کب حیات دنیویہ بے وفائی کر جائے اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں اس سے قبل عبادت وریاضت کے ذریعے اپنے رب کو راضی کر لے غلط بیانی اور خوف وحراس کی فضا مسموم کر کے اسلام سے لوگوں کو متنفر کرنا اور اس کو اصلاح معاشرہ کا نام دینا صحیح ودرست نہیں بلکہ ناجائز وحرام ہے کیوں کہ یہ اذیت مسلم کا سبب ہے اور اذیت مسلم شرعا حرام ہے۔

ارشاد ربانی ہے: والذین یؤذون المومنین والمؤمنت بغیر ما اکتسبوافقداحتملوا بھتانا و اثما مبینا(الاحزاب ۵۸/)اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔ارشاد باری ہے : ان الذین فتنوا المؤمنین و المؤمنت ثم لم یتوبوافلھم عذاب جھنم و لھم عذاب الحریق (البروج ۸۵/) بیشک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دی پھر توبہ بھی نہ کی تو ان کے لئے عذاب جہنم ہے اور ان کے لئے عذاب نار ہے۔

حدیث میں ہے: من اذامسلما فقط اذانی و من اذانی فقط اذا الله(معجم الاوسط

، بـاب السين من اسمه سعيد ج ٢ / ٣٨٦ الحديث نمبر٣٦٠٧) جس نے مسلمان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالی کو تکلیف دی یعنی جس نے اللہ تعالی کو تکلیف دی بالآخر اللہ تعالی اسے عذاب میں گرفتار فرمائے گا۔رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ليس منـا مـن غـش مسـلـمـا أو ضره أو كره (كنزالعمال ، كتـاب الاخـلاق ،قسـم الاقـوال ،حـرف الـميـم، الـمكـرو الخديعة ج ٢١٨/٢، الـحديث، ٧٨٢٢ الـجزء الثالث) یعنی وہ شخص ہمارے گروہ سے نہیں ہے جو مسلمان کو دھوکا دے یا تکلیف پہنچائے یا اس کے ساتھ مکر کرے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ان اللـه يـعـذب الـذيـن يعذبون الناس فى الدنيا (الصحيح المسلم ، كتاب البر والـصلة و الأداب ، باب الوعيد الشديد، لمن عذاب الناس بغير الحق) اللہ تعالی ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو اذیت و تکلیف دیتے ہیں۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: كـل مـن فـعـل ذلك وهذا أولـى لأن الـلـفـظ عـام والحكم عام فالتخصيص ترك للظاہر من غير دليل (التفسير الـكبيـر ج ٣١/ ١١١) جو بھی مسلمانوں کو اذیت ناک تکلیف میں مبتلا کرے (خواہ ایسا کرنے والا خود اصلا مسلمان ہو یا غیر مسلم اس کے لئے عذاب جہنم ہے) یہ معنی زیادہ مناسب ہے کیونکہ لفظ عام ہے اور اس کا حکم بھی عام ہے اور اگر خاص کیا جائے تو یہ بغیر دلیل کے عام حکم کو خاص کرنا ہوگا۔اور ایسا کرنا خلاف اصول ہے جو صحیح و درست نہیں۔

ارشاد نبوی ہے: مـن ضـار مسلما ضـاره الله و من شـاق مسلما شق الله عليه (ابو داؤد و الـتـرمـذی و ابـن مـاجـه و احمد) جس شخص نے کسی مسلمان کو نقصان پہنچایا اللہ اسے

نقصان پہنچائے گا اور جس شخص نے کسی مسلمان کو مشقت میں ڈالا اللہ اسے مشقت میں مبتلا کرے گا۔ان عبارات مذکورہ بالا سے واضح ہے کہ جس نے مسلمان کو اذیت پہنچائی یا اذیت پہنچنے کا سبب بنا وہ فعل ناجائز وحرام کا مرتکب ہو کر گنہگار اور مستحق عتاب ہے کیونکہ مسلم کو اذیت پہنچانا یا اس کا سبب بننا ناجائز وحرام ہے ۔اس حدیث کی سندی حیثیت کیا ہے ذرا اس کا جائزہ لیتے ہیں : یہ روایت ابن نعیم نے کتاب الفتن میں درج کیا ہے جو مندرجہ ذیل ہے: حدثنا ابو عمر، عن ا بن لهيعة، قال : حدثنی عبد الوہاب ابن حسين، عن محمد ابن ثابت البنانی ، عن ابيه ،عن الحارث الهمدانی ،عن ابن مسعود رضی الله عنه ، عن النبی صلی الله عليه وسلم قال : اذا كانت صيحة فی رمضان فانه يكون معمعة فی شوال و تميز القبائل فی ذی القعدة ، و تسفك الدماء فی الحجة و المحرم وما المحرم يقولها ثلاثا(هيهات،هيهات،يقتل الناس فيها هرجا هرجا) قال : قلنا : وما الصيحة يارسول الله ؟ قال : هدة فی النصف من رمضان ليلة جمعة ، فتكون هدة توقظ النائم و تقعد القائم و تخرج العواتق من خدورهن ، فی ليلة جمعة ،فی سنة كثيرة الزلازل ، فاذا صليتم الفجر من يوم الجمعة فادخلوا بيوتكم ، واغلقوا ابوابكم ،و سدوا كواكم ، ودثروا انفسكم ،و سدوا آذانكم ، فاذا حسستم بالصيحة فخروا لله سجدا ، و قولوا : سبحان القدوس ، سبحان القدوس ، ربنا القدوس ، فأن من فعل ذلك نجأ ومن لم يفعل ذلك هلك (كتاب الفتن لنعيم بن حماد ج ١ / ٢٢٨ / مكتبة التوحيد ، القاهره)۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر رمضان میں چیخ سنائی دے گی تو شوال میں شور شرابہ ہوگا اور ذیقعدہ میں قبائل کی بغاوت ہوگی اور ذی الحجہ میں خون بہے گا اور محرم کا مہینہ کیا ہی مہینہ ہوگا ۔ہم نے پوچھا :اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ! یہ چیخ کیسے ہوگی؟ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: نصف رمضان المبارک میں جمعہ کی رات کو ایک چیخ (یا دھماکہ) ہوگا، جو سونے والے کو بیدار کر دے گی، کھڑے ہونے والوں کو بٹھا دے گی، شریف زادیاں اپنی خلوت گاہوں سے نکل آئیں گی، اس سال زلزلے کثرت سے آئیں گے، جب تم جمعہ کے دن فجر کی نماز پڑھ لو، تو اپنے گھروں میں داخل ہو کر دروازے اور کھڑکیاں بند کر لینا، اپنی چادریں اوڑھ لینا، اپنے کان بند کر لینا، اور جب تمہیں چیخ کا احساس ہو تو اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو جانا اور یہ پڑھنا: سبحان القدوس، یعنی پاک ہے وہ ذات جو تمام نقائص سے مبراء ہے: ربنا القدوس: یعنی ہمارا رب، جو نقائص سے پاک ہے۔ جو ایسا کرے گا، وہ نجات پائے گا اور جو ایسا نہیں کرے گا، وہ ہلاک ہو جائے گا۔ حدیث کی تخریج: روایت مذکورہ بالا کو الفاظ کے کچھ تغیر و تبدل کے ساتھ تین طرق سے مندرجہ ذیل کتابوں میں بیان کی گئی ہے۔(۱) المستدرك على الصحيحين ج/ ٤ / ٥٦٣/ دار الكتب العلميه) (۲) مجمع الزوائد و منبع الفوائد للهيثمي ج /٧/ ٣١٠/مكتبة القدسي)(۳) مسند للشاشي ج/ ٢٦٢/٢/ مكتبة العلوم والحكم المدينة المنوره) (۴) كنز العمال ج /١٤/ ٥٧٠)(٥) السنن الواردةفي الفتن للداني ج /٥/ ٩٧٢/دار العاصمة (٦) المعظم الاوسط للطبراني ج/ ١/ ١٦٣/دارالحرمين - القاهره) سند کے اعتبار سے پہلی سند کی تحقیق یہ ہے کہ اس روایت کی سند میں دو راوی ہیں (۱) مسلمہ بن علی (۲) نعیم بن حماد۔ الف: حافظ ابوعبداللہ حاکم مستدرک للحاکم میں فرماتے ہیں: مسلمة ممن لاتقوم الحجة به : مسلمہ قابل حجت نہیں ہے۔(۲) امام نسائی اور دارقطنی فرماتے ہیں: یہ متروک راوی ہے۔(۳) قال الذهبي : و مسلمة هذا هو ابن علي - الخشني- بضم الخاء- و فتح الشين المعجم، ثم نون ، أبو سعيد الدمشقي ، البلاطي، وهو متروك-كما قال الذهبي ، وكما في التقريب (التقريب/ ج /٢/ ٢٤٩/رقم/ ١١٢٥)الكامل لابن عدى ج ٦/ ٢٣١٤/ والتهذيب / ج/ ١٠/ ١٤٦/ ١٤٧/رقم / ٢٧٨)ب) نعیم ابن حماد کے بارے

میں محدثین کرام فرماتے ہیں: صدوق یخطی کثیرا۔ سند کے اعتبار سے دوسری سند کی تحقیق یہ ہے۔اس طرق میں تین علل ہیں (۱) عبدالواحد اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کے درمیان انقطاع ہے (۲) عبدالواحد بن قیس حافظہ کے اعتبار سے متکلم فیہ۔(۳) عنبسة بن أبی صغیرة امام اوزاعی سے نقل کرنے میں متفرد ہیں۔قال صالح بن محمد البغدادی : روی عن أبی هريرة ولم يسمع منه ؛ وقال ابن حبان: "لا يعتبر بمقاطيعه، ولا بمراسيله، ولا برواية الضعفاء عنه .وہو الذی یروی عن أبی ہریرة، ولم یرہ "، قال الذہبی: "لم یلق أبا ہریرة، وإنما روایته عنه مرسلة "(التہذیب ج ۶/ ۴۳۹/ ۴۴۰) سند کے اعتبار سے تیسری سند کی تحقیق یہ ہے کہ:اس سند کا دارمدار شہر بن حوشب راوی پر ہے۔شہر بن حوشب کے بارے میں علامہ ابن حجر نے لکھا ہے : شہر ابن حوشب الأشعری الشامی مولی أسماء بنت یزید ابن السکن صدوق کثیر الإرسال والأوہام۔(تقریب التہذیب لابن حجر العسقلانی/ ۲۶۹/ دار الرشید) ۔صدوق تو ہے،مگر کثیر الارسال والادہام ہے۔ "ابن عون رحمة الله علیه نے فرمایا: أن شہر بن حوشب قد ترکوہ۔(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی/ ج /۵/ ۵۹: دارالکتب العلمیه بیروت) ۔محدثین نے شہر کو ترک کیا ہے۔"امام نسائی فرماتے ہیں:"شہر بن حوشب قوی نہیں ہے۔"ابن ابی حثیمه رحمة الله علیه اور معاویه بن صالح رحمة الله علیه نے ابن معین سے روایت کی ہے کہ:وہ ثقہ ہے۔امام احمد اس کے حسن الحدیث ہونے کے قائل ہیں۔عن أَحمد بن حنبل : شہر ثقة ، ما أحسن حدیثه،وروی: معاویة بن صالح، واحمد بن زہیر، عن یحیی بن معین ثقة (سیر أعلام النبلاء للذہبی، ج/ ٤/ ۳۷٤/ الرسالہ) خلاصہ یہ ہے کہ اگر چہ بعض ائمہ نے شہر بن حوشب کی توثیق کی ہے،لیکن ائمہ و محدثین کی اکثریت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔اس روایت کے متعلق محدثین کرام کے تبصرے علامہ عقیلی نے

لکھا ہے :لیس لهذا الحدیث أصل من حدیث ثقة ، ولا من وجه یثبت ۔(الضعفاء الکبیر للعقیلی/ج/ ۳/ ۵۲/ دارالکتب العلمیه) اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔علامہ ذہبی نے بھی اسے موضوع (من گھڑت) کہا ہے۔قلت: ذا موضوع .قال الحاکم: غریب المتن، (ومسلمة) لا تقوم به حجة .قلت: بل ہو ساقط متروك۔(مختصر تلخیص الذهبی، ج/۷/ ۳۴۱۸/دار العاصمة) امام حاکم اس حدیث کوذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: وهو حدیث غریب المتن (المستدرك علی الصحیحین،ج/ ۴ /۵۶۳/دارالکتب العلمیه) یہ حدیث غریب المتن ہے۔علامہ ابن جوزی اس روایت کے تینوں طرق ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:هذا حدیث موضوع علی رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم(الموضوعات لابن جوزی ج/۳/ ۱۹۰/ محمد عبد المحسن صاحب المکتبة السلفیة بالمدینة المنورة)یہ حدیث من گھڑت ہے۔

علامہ ابن القیم فرماتے ہیں:ومنها أحادیث التواریخ المستقلةو قد تقدمت الاشارة الیها و هی کل حدیث فیه اذا کانت سنة کذا وکذا حل کذا و کذا کحدیث یکون فی رمضان ہدة توقظ النائم و تقعد القائم و تخرج العواتق من خدوربا ۔الخ۔ (المنار المنیف فی الصحیح والضعیف لابن القیم /ج/ ۱۱۰/مکتبة المطبوعات الإسلامیة) مستقبل کی تاریخ سے متعلق اس طرح کی احادیث(جن میں دن اور تاریخ کا تعین کیا گیا ہو) صحیح نہیں ہیں، جیسے رمضان میں زوردار آواز والی حدیث۔

علامہ نورالدین ہیثمی فرماتے ہیں:رواه الطبرانی فی الأوسط:وفیه شهر بن حوشب وفیه ضعف، والبختری بن عبد الحمید لم أعرفه(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد

للهيثمي ج/۷/ ۳۱۰/مكتبة القدسی) اس روایت کوطبرانی نے معجم الاوسط میں نقل کیا ہے اور اس کی سند میں شہر بن حوشب راوی ضعیف ہے۔

علامہ سیوطی نے "اللآلىء المصنوعة فی الأحاديث الموضوعة/ج/۲/۳۲۲: دار الكتب العلمية) میں اس روایت کوموضوع احادیث کی فہرست میں تینوں طرق سے نقل کیا ہے۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس روایت کی سند میں سخت ضعف ہے اور بعض حضرات نے تو اس روایت کو موضوع (من گھڑت) قرار دیا ہے، لہذا اس روایت کو بیان کرنا اور پھیلانا درست نہیں ہے۔فقط۔ والله تعالى اعلم ورسوله الاكرم صلى الله تعالى عليه وسلم ۔

....

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی

(خلیفئه حضور تاج الشریعه و محدث کبیر و خادم فخر ازهر دارالافتاء و القضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی هاسپیٹ وجے نگر —وڈو— کمپلی بلاری و گنتکل آندهرا پردیش و مدرس و شیخ الحدیث مدرسه حضرت خديجة الكبرىٰ جامعة البنات ولاء روڈ سنتے پیٹ و ناظم نشرو اشاعت آل كرناٹكا سنی علماء بورڈ کرناٹك الهند)۔

Khidmat E Deen WhatsApp Group

Khidmat e deen whatsapp group ke naam se ek group ka wajood e amal me aaya hai jisme Asri uloom ke sath sath deen o millat ka dard rakhne wale kuch noujawanan e Ahle Sunnat shamil hain jinhone deeni ishaat o tarweez ka beda uthaya hai aur iske zariye doosre padhe likhe noujawan tabke ko baidar karne ki niyyat bhi rakhte hain aur ek tareekh saaz karhaye numaya anjaam dena chahte hain taake aane wali naslein unhe yaad rakhein yeh Hazraat apna apna paisa laga kar kitab chapwane aur use awaam me taqseem karne ka Ahsan o Ajmal irada aur azm e musammum le kar maidan me utre hain bila shak o shuba yeh ek azeem bunyadi deeni kaam hai jis ki jitni tareef ki jaaye kam hai rabb e qadeer ba Tufail Nabi e Kareem Salallahu alaihi wasallam unke Gulshan e hayat ko khoob khoob sairyaabi aata farmaye mazeed tarakiyyan de aur sehat o tandroosti ke sath hayat ke har shobe ko Marg zaar o lalazaar banade daraiyeen ki sadatoon se zindagi ko ibaraat karde aur inn logon ki deeni khidmat ko qubooliyat ka darja aata farma kar unhe daayimi falaah se himkinar kar de aur Jin niyytaon se apna sarmaya laga rahe hain woh muraad poori farma de khana aur ahle khana ko aman o sukoon chain o iqrar aur apsi mail o muhabbat ki nooraniyat se mamoor farmade.

NOTE:- NOUJAWAN E AHLE SUNNAT SE GUZARISH HAI KE KASEER SE KASEER TADAD ME ISS GROUP ME SHIRKAT FARMA KAR USS MISSION KO TAQWIYAT BAKSHE. AMEEN BIJAHI SAYYID UL MURSALEEN SALALLAHU ALAIHI WASALLAM.

KHALIFA-E HUZOOR TAJUSH'SHARIAH WA HUZOOR MUHADDIS-E KABEER
HAZRAT ALLAMA WA MOULANA MUFTI

Muhammad Maqsood alam Farhat Ziyayi

HOSPET (KARNATAK)